WWW.PAKSOCIETY.COM

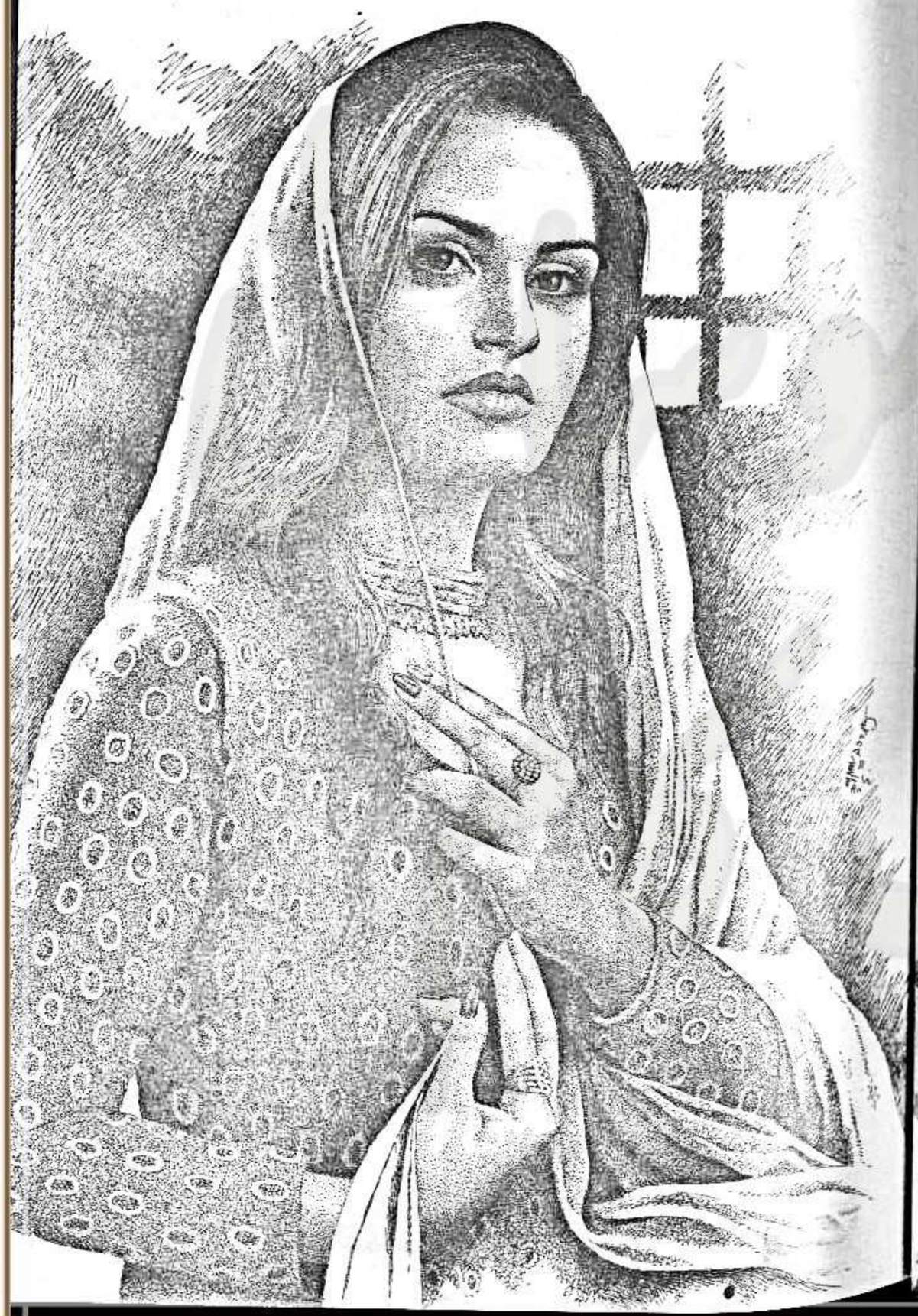

نمرہ احمد

نمل

فارس غازی انٹیلی جنس کے اعلا عہدے پر فائز تھا۔ فارس غازی اپنے سوتیلے بھائی وارث غازی اور اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں چار سال سے جیل میں قید ہے۔ سعدی یوسف فارس غازی کا بھانجا ہے جو اپنے ماموں فارس غازی سے جیل میں ہر ہفتے ملنے آتا ہے۔

سعدی یوسف تین بہن بھائی ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ سعدی یوسف کی والدہ نے کڑی مشقت کر کے بچوں کی پرورش کی ہے' حنین اور اسامہ' سعدی سے چھوٹے ہیں۔ ان کی والدہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ چلاتی ہیں۔ زمر' سعدی یوسف کی پھپھو ہے۔ وہ چار سال قبل فائرنگ کے ایک واقعہ میں زخمی ہو جاتی ہے۔ فائرنگ کا الزام فارس غازی پر ہے۔ فارس غازی کو شک تھا کہ اس کی بیوی اس کے بھائی کے ساتھ انوالو ہے۔ اس نے جب فائرنگ کی تو زمر اس کی بیوی کے ساتھ تھی فائرنگ کے نتیجہ میں بیوی مر جاتی ہے اور زمر شدید زخمی ہو جاتی ہے۔ ایک انگریز عورت اپنا گردہ دے کر اس کی جان بچاتی ہے۔ فارس غازی' سعدی یوسف کا ماموں ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا ماموں بے گناہ ہے۔ اسے پھنسایا گیا ہے۔ اس لیے وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے' جس کی بنا پر زمر اپنے بھتیجے سعدی یوسف سے بدظن ہو جاتی ہے۔ بدظن ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ زمر جب موت و زندگی کی کشمکش میں ہوتی ہے تو سعدی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی

مکمل ناول

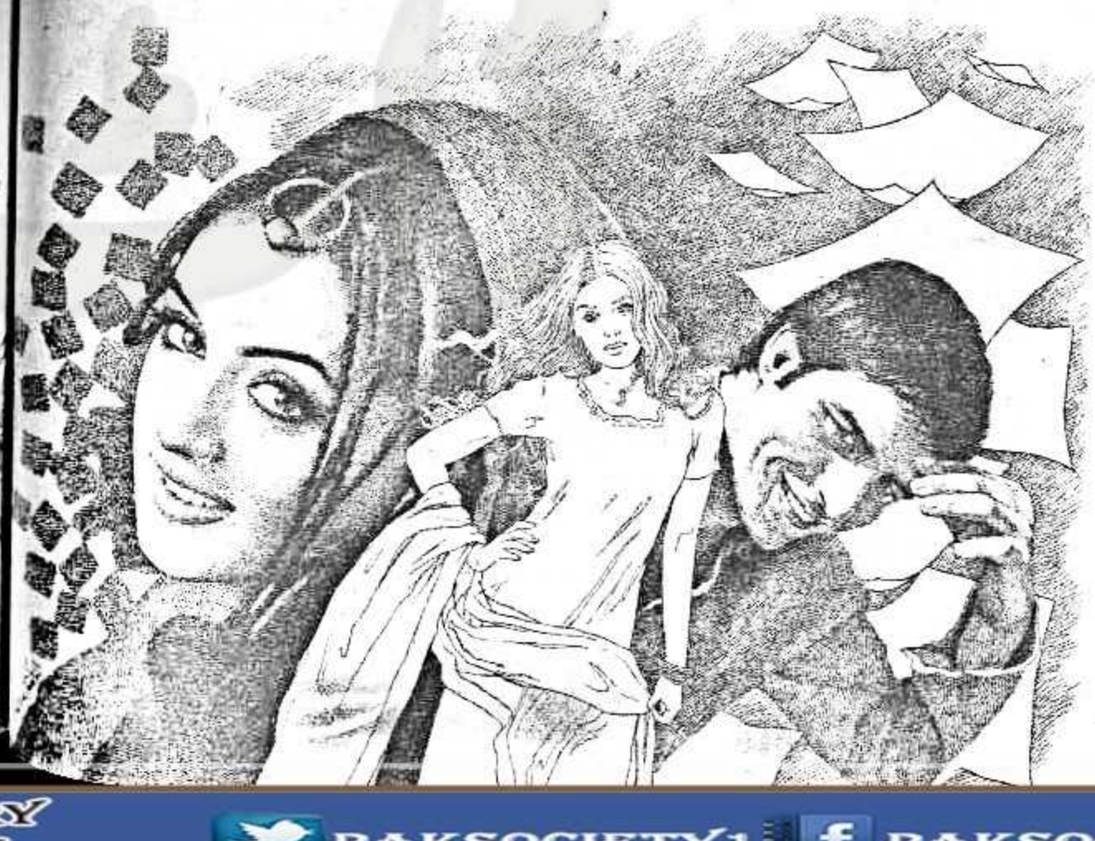

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پڑھائی اور امتحان میں مصروف ہوتا ہے۔
جواہرات کے دو بیٹے ہیں۔ ہاشم کاردار اور نوشیرواں۔
ہاشم کاردار بہت بڑا وکیل ہے۔ ہاشم اور اس کی بیوی شہرین کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ ہاشم کاردار کی ایک بیٹی سونیا ہے۔ جس سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔ ہاشم سونیا کی سالگرہ دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔
فارس غازی' ہاشم کاردار کی پھپھو کا بیٹا ہے۔ جیل جانے سے پہلے وہ ہاشم کے گھر میں جس میں اس کا بھی حصہ ہے' رہائش پذیر تھا۔ فارس غازی کے جیل جانے کے بعد اس کا پورشن مقفل ہے۔
سعدی یوسف کے لیے وہ دن خوشیوں سے بھرپور تھا جب اسے فارس غازی کے رہا ہونے کی خبر ملتی ہے۔
ہاشم نے یہ خبر سن کر عہد کیا کہ اگر اس میں سعدی کا ہاتھ ہے تو اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ فارس غازی جیل سے نکلتا ہے تو سعدی یوسف ان کا منتظر ہوتا ہے۔ فارس اس سے قبرستان چلنے کو کہتا ہے۔ قبرستان جا کر فارس دو قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہے۔ وہ گاڑی سے اترتے ہوئے سعدی کا موبائل لے لیتا ہے۔ قبرستان میں وہ کسی کو فون کر کے کوئی ہتھیار منگواتا ہے۔
ہاشم کاردار' زمر کو اپنی بیٹی سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دینے کے ساتھ سعدی کا کارڈ بھی زمر کو دے دیتا ہے۔
زمر کے والد کو اپنے پوتے سعدی یوسف سے بہت محبت ہے۔ وہ زمر سے کہتے ہیں' سعدی کی سالگرہ پر وش کرنے ان کے گھر جائے۔ وہ پھول لے کر کارڈ دینے سعدی کے گھر جاتی ہے۔ زمر کو دیکھ کر سعدی کے ساتھ تمام گھر والے حیران ہو جاتے ہیں۔ زمر' سعدی کو سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دیتی ہے۔
زمر کے جانے کے بعد سعدی نے ہاتھ میں پکڑے سیاہ اور سنہرے کارڈ کو دیکھا۔ اسی وقت ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے جھلملایا۔ اس نے ہوٹل میں ہاشم کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگایا تھا۔ وہ اس کے لیپ ٹاپ سے ڈیٹا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سعدی نے جب بیگ سے نیلبٹ نکالا تو اسے پریس کرنے کے بعد اسکرین پہ پیغام آیا کہ آپ کی ڈیوائس کو ایک مارڈ ڈرائیو ملی ہے' کیا آپ سارا ڈیٹا کاپی کرنا چاہیں گے؟ سعدی نے مسکراتے ہوئے "یس" دبایا۔ اسکرین پہ دوسرا پیغام دیکھ کر سعدی کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔
اسکرین پہ پیغام جل بجھ رہا تھا کہ "پاس ورڈ داخل کریں" سعدی کے پاس' پاس ورڈ نہیں تھا۔
سعدی یوسف' ہاشم کاردار کی سابقہ بیوی شہرین سے ایک شاپنگ مال میں مل کر کہتا ہے۔ مجھے آپ سے ہاشم بھائی کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ چاہیے۔ شہرین' سعدی سے کہتی ہے کہ "تم کیا کرنے جا رہے ہو؟" سعدی زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے کہ "ہاشم بھائی نے جو ہم سے چرایا تھا' میں وہ واپس چرانے جا رہا ہوں۔"

(اب آگے پڑھیں)

۲
دوسری قسط

فریب کار

اور ابلیس کا ساتھی مامون بھی تھا۔
جنت سے نکالی جانے والی ایک کم تر روح
کہ وہاں بھی اس کی نگاہ اور سوچ نیچے جھکی رہتی
اور زیادہ سراہتی سونے کی بنی جنت کی روش کو۔
یہ منظر اسے کسی بھی دوسرے سے زیادہ مزا دیتا ہے۔
اسی نے سکھایا بنی نوع انسان کو
اپنے ناپاک ہاتھوں سے دھرتی ماں کے بطن کو کھود کر لوٹنا
ان خزانوں کو جو چھپے بہتر تھے
جلد ہی اس کی فوج نے جہنم کی پہاڑی میں ڈالا ایک وسیع چھید۔
اور کھود ڈالیں سونے کی پسلیاں

نہ ہو کوئی حیران اس بات پہ کہ سونا اگتا ہے اندھیر جنم میں
کہ شاید مٹی ہی قابل ہے۔ اس قیمتی بلا کے۔۔۔
(ماخوذ از : ملٹن۔ جنت گمشدہ)

حسن و عشق کا سوز تعلق سمتوں کا پابند نہیں
اکثر تو خود شمع کا شعلہ بڑھ کے گیا پروانے تک

ہاشم کاردار کی بیٹی سونیا کی سیاہ' سنہری سالگرہ آج یعنی ہفتے کی شام کو تھی' شاید اسی لیے ہفتے کی صبح بھی چمکیلی سنہری طلوع ہوئی تھی۔ ذوالفقار یوسف کے گھر میں ناشتے کا دھواں' ندرت کی ڈانٹ بھری تاکیدیں' حنین کی بھاگم بھاگ تیاری' سب ایک ساتھ چل رہا تھا۔ سعدی آج بھی صبح سویرے ریسٹورنٹ چلا گیا تھا۔
سیم اب یونیفارم میں تیار' گول میز کے گرد بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ حنین اپنے سیاہ کوٹ شوز پالش کر کے جب آئی تو توس کی پلیٹ کو دیکھ کر منہ بن گیا۔
"امی۔۔۔ میں نے نہیں کھانا ڈھکن ٹوسٹ۔ یہ مونا آلو میرے لیے بریڈ کا پہلا اور آخری توس ہی بچاتا ہے ہمیشہ!" وہ ماتھے کے کٹے بالوں پہ برش پھیرتی' وہیں سے چلائی۔ کچن سے ندرت کا ڈپٹا ہوا جواب فوراً آیا۔
"ہزار دفعہ کہا ہے کھانے کی چیزوں کے نام مت رکھا کرو۔"
اس نے منہ میں بڑبڑاتے آگے ہو کر سیم کا آدھا پراٹھا توڑ لیا۔ خلاف معمول سیم نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ چپ چاپ کھاتا رہا۔
وہ ناشتہ کر کے اٹھی تھی کہ سیم نے پکارا "حنہ!"
"حن۔۔۔ نا؟" اس نے گھور کر اسے دیکھا۔
"تاریخ گواہ ہے کہ تم نے مجھے بغیر کام کے حنہ نہیں کہا۔"
"آج کالنچ میری طرف سے ہے!" ہاتھ جھاڑتے اس نے مزید سنجیدگی سے اطلاع دی۔
حنین نے بیگ کندھے پہ ڈالا' فائل اٹھائی اور استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔
"مجھے گیس کرنے دو کہ کیا منگوایا ہوگا تم نے' ہاں ہوں گے سموسے' ساتھ میں چرغہ اور آلو کے چپس۔" اور جیسے ان سب اشیا پہ لعنت بھیج کر وہ دروازے کی طرف بڑھی جہاں باہر وین والا ہارن دیے جا رہا تھا۔
"اسپرنگ رولز' بہاری کباب اور پیکڈ ہوئے آلو۔" سیم نے عقب میں بڑے سکون سے کہا۔ حنین کے قدم زنجیر ہوئے' آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔ یکدم مڑی' کہنی سے دبوچ کر اسے سامنے کھڑا کیا۔
"پھر ساتھ میں ہوگی پودینے کی چٹنی؟" اور مشکوک نظروں سے گھورا۔
"اونہوں۔ تمہاری فیورٹ' مایونیز والی ساس!"
حنین کے لب بھرپور مسکراہٹ میں پھیل گئے۔ آنکھوں میں شرارت چمکی۔ بازو چھوڑا اور چلنے کا اشارہ کیا۔
"اب کام بتاؤ!"
"رات ہاشم بھائی کی بیٹی کی سالگرہ میں' میں نے بھی جانا ہے۔" وہ دونوں ساتھ چلتے باہر آئے تو باعیچہ کراس کرتے ہوئے سیم نے کہا۔
"سعدی بھائی نے کہا تھا کہ امی نہیں جا رہیں تو میں گھر میں رہوں۔"
"ہوں۔ تمہارے پاس بلیک سوٹ ہے؟"

تصحیح

نمل کی تمام اقساط کو مصنفہ نے عنوان دیے ہیں۔ پہلی قسط کا عنوان "ہمارا سعدی" گزشتہ ماہ شائع ہونے سے سہوا" رہ گیا تھا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ یہ نمل کی دوسری قسط "فریب کار" ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں' وہی جو بھائی نے برتھ ڈے پہ دیا تھا۔"

"تو پھر اس کو دھوپ لگوالو' ہوا لگوالو اور استری کروالو۔" وہ گیٹ بند کر کے وین کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے سکون سے بولی۔ سیم نے خوشگوار بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"مگر تم بھائی کو کیسے مناؤ گی کٹو۔۔۔ سوری۔۔۔ حنہ!"

"سیم یوسف' یہ جو آج تم مجھ پہ اپنی پاکٹ منی جھونک رہے ہو نا' یہ اس لیے ہے کہ تمہیں پتا ہے' اس کام کے لیے صحیح بندی میں ہی ہوں' اس لیے اپنے سوٹ کی فکر کرو بس!" کہہ کر وہ وین میں چڑھ گئی۔

اندر رافعہ اور خدیجہ بری طرح دہرائی کرنے میں مگن تھیں۔ جبکہ ناعمہ کتاب کھولے کچھ لکھ رہی تھی۔ آج ان کا آخری پیپر تھا۔

"کیسی تیاری ہے؟" اس نے امتحان کی صبح کا مخصوص سوال دہرایا۔

"یار! کچھ نہیں آتا' سمجھو سب مکس اپ ہو گیا۔" رافعہ نے ہراساں نفی میں سر ہلاتے ہوئے مخصوص جواب دہرایا۔

حنین نے اپنی فائل کھول لی اور سرسری سی نگاہ دوڑانے لگی۔ پھر کسی احساس کے تحت ناعمہ کو دیکھا ۔۔۔ وہ ٹشو پیپر پہ کچی پنسل سے لکھے جا رہی تھی۔ نقل کے یہ طریقے ان کو جانے سوجھتے کہاں سے تھے۔

"اگر پکڑی گئیں تو؟" حنین نے قریب ہو کر سرگوشی کی۔ اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تو گرمی گرمی کرتے اس سے پسینہ پونچھ لوں گی۔ سارے ثبوت ختم!" اس نے شانے اچکا دیے تو حنین سر جھٹک کر اپنا پڑھنے لگی۔

سیم کھڑکی سے باہر دیکھتا اپنے سوٹ اور ان دوستوں کے بارے میں سوچ رہا تھا' جن کو اس نے سوموار کی پارٹی کی تفصیلات دینا تھیں۔ ذہن میں وہ فقرے ترتیب دے رہا تھا۔

"پتا ہے ہمارے ایک انکل ہیں ۔۔۔ اونہوں ۔۔۔ کزن ہیں ہاشم بھائی' ان کا گھر۔۔۔"

☆ ☆ ☆

تو نے کیا کیا اے زندگی دشت و در میں پھرایا مجھے
اب تو اپنے در و بام بھی جانتے ہیں پرایا مجھے

کاروار خاندان کے قصر کے سبزہ زار میں ملازموں کا عملہ اور فاضل ویٹرز پارٹی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اندر لاؤنج میں بھی صفائی ستھرائی کا عمل جاری تھا۔ شہرین متوازن قدموں سے زینے چڑھتی اوپر جا رہی تھی۔

ہاشم کا کمرا سنسان پڑا تھا۔ وہ آگے بڑھی۔ نوشیرواں کے کمرے کا داخلی دروازہ کھلا تھا اور آگے بالکونی کا بھی۔ وہ بالکونی میں بیٹھا تھا۔ لیپ ٹاپ گود میں کانوں میں ایر فونز۔ شہرین وہیں کھڑی رہی' یہاں تک کہ نوشیرواں نے چونک کر اس طرف دیکھا تو وہ سر جھٹک کر جانے لگی۔

"آپ کب آئیں؟ آیئے۔" شیرو جلدی سے ایر فونز نکالتے ہوئے اٹھا۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اس روز کی نسبت آج درست حلیے میں تھا۔ وہ اسے پسند کرتا ہے' کوئی اندھا بھی بتا سکتا تھا اور شہرین اندھی نہیں تھی' البتہ اسے معلوم تھا کہ وہ کہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ شہرین نے پریشانی سے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں تم بیٹھو۔۔۔" پھر رکی۔

"ہاشم ۔۔۔ ہے یا؟" اس نے نوشیرواں کے بھائی کا نام لیا' وہی بھائی جس کے ڈر کے باعث شیرو کبھی نہیں کہہ سکے گا۔

"بھائی کا آف تھا مگر وہ شاید شہلا آنٹی کے کیس کے لیے کہیں گئے ہیں' ان کے ڈرائیور نے ایکسیڈنٹ کر دیا تھا کسی کا۔" وہ ابھی تک منتظر کھڑا تھا۔ شہرین کی آنکھوں میں مایوسی ابھری۔

"خیر وہ ہوتا بھی تو میرا کام نہیں ہونا تھا۔ اٹس اوکے جانے دو۔" وہ کہہ کر پلٹنے لگی۔

"کیا کام؟ مجھے بتائیں۔" وہ قدم قدم اٹھاتا اس تک آیا۔

"چھوڑو تم سے نہیں ہو گا۔"

"ویل اگر آپ نے اپنے کام کا ذکر مجھ سے کیا ہے تو یقیناً" آپ کو لگتا ہو گا کہ میں کر سکتا ہوں تو بتائیں۔" وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا۔ شہرین تھکے انداز سے مسکرائی۔

"سونیا ۔۔۔ وہی ہے اصل مسئلہ ۔۔۔ اس کو میری اور ہاشم کی پکچرز چاہئیں۔ ہنی مون کی۔"

"تو آپ کے پاس نہیں ہیں؟" نوشیرواں کو اندر سے شاید خوشی ہوئی۔

"میں تکلیف دہ یادوں کو سنبھال کر نہیں رکھتی۔" اس نے سنہرے بالوں میں ہاتھ پھیر کر ان کو پیچھے کرتے کہا۔ وہ دونوں ہنوز چوکھٹ پہ کھڑے تھے۔

"شادی کی تو میرے پاس بھی ہوں گی۔"

"مگر ہنی مون والی ہاشم کے لیپ ٹاپ میں ہوں گی اور میں تمہارے بھائی کے منہ نہیں لگنا چاہتی۔" اس نے بہت ہی لاپروائی سے لیپ ٹاپ کا ذکر کیا۔

"نو پرابلم میں کاپی کر دیتا ہوں۔ بھائی آفس نہیں گئے تو لیپ ٹاپ گھر پہ رکھ کر گئے ہوں گے۔" وہ چلتا ہوا ساتھ والے کمرے میں آیا' بتی آن کی۔

"جلدی کرنا' میں اس کمرے میں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتی۔" اس نے فلیش ڈرائیو بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوشیرواں نے ڈرائیو پکڑتے ہوئے نظر بھر کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔" وہ جواباً" زخمی سا مسکرائی۔

نوشیرواں نے ہاشم کی اسٹڈی ٹیبل سے لیپ ٹاپ اٹھایا اور آن کیا۔ وہ اس کے ساتھ کھڑی ہو کر دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی وہ لب بھی کاٹ رہی تھی اور انگلیاں بھی مروڑ رہی تھی۔

"اوہ ..... پاس ورڈ؟ اب یہ کیا ہے؟" سب کچھ ٹھیک ہوتے ہوئے جب پاس ورڈ مانگا گیا تو نوشیرواں کراہ کر رہ گیا۔ شہرین کے ماتھے پر بل پڑے۔

"میں نے کہا تھا نا' تم سے نہیں ہو گا۔ جانے دو۔" وہ مڑنے لگی۔

"ایک منٹ ۔۔۔ ٹھہریں تو!" اس نے موبائل نکال کر ہاشم کو کال ملائی۔

"میرا نام لے لینا تاکہ وہ بالکل بھی اپنا پاس ورڈ نہ دے۔" وہ تلخی سے بولی۔ نوشیرواں نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ بہت نرم اور سمجھ دار نظر آنے کی سعی کر رہا تھا۔

"ہاں شیرو بولو۔" وہ مصروف تھا۔

"بھائی یار! آپ کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ کیا ہے؟"

"کیوں؟ کیا ہوا؟" اپنی تمام تر مصروفیت کے باوجود وہ چونکا تھا۔

"کچھ پکچرز چاہئیں تھیں سونیا کے لیے۔"

"کون سی پکچرز؟" وہ ہاشم تھا' کھٹک گیا۔

"بھائی دے رہے ہو یا میں کچھ اور کروں؟ اس کا موڈ بگڑنے لگا" "پھر ہوں ۔۔۔ اچھا۔" کہہ کر سر ہلا کر فون بند کیا اور مسکراتے ہوئے کی بورڈ کے بٹن دبائے۔ اس کے کندھے سے جھانکتی شہرین نے ان کو حفظ کیا (گو کہ اس کی ضرورت نہ تھی) اور پھر لاپروائی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ (یہ لفظ تو اس کو ازبر تھا۔ آنکھیں بند کر کے بھی ٹائپ کر سکتی تھی)

"آپ بتاتی جائیں' کون کون سی چاہیے۔"

ان کی ہنی مون' شادی اور دیگر مواقع کی تصاویر کھلتی جا رہی تھیں۔ مقصد پورا ہونے کے بعد شہرین کو جانے کی جلدی تھی اور وہ سب دیکھ کر سینے میں کچھ چبھنے لگا تھا۔ احساس زیاں' تہی دامنی۔

"یہ والی ۔۔۔ اور یہ تینوں ۔۔۔" وہ انگلی سے اسکرین پہ اشارہ کرتی بتانے لگی۔ نوشیرواں نے کاپی کرتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا' وہ ضبط کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی اس نے افسوس' ہمدردی' ترحم' سب محسوس کیا تھا۔

سوائے فریب کی بُو کے۔

☆ ☆ ☆

میں تو لب کھول کے پابند سلاسل ٹھہرا
تیری اور بات ہے تو صاحب محفل ٹھہرا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرا امتحان میں معمول کا سناٹا چھایا تھا۔ دو ممتحن خواتین کرسیوں کی قطاروں کے بیچ ٹہل رہی تھیں۔ لڑکیاں سر جھکائے' دھڑا دھڑ لکھے جا رہی تھیں۔ حنین نے دفعتاً" درد کرتی انگلیوں کو سہلاتے ہوئے سر اٹھایا اور پھر گردن کو ریلیکس کرتے ہوئے دائیں طرف دیکھا۔ کمرے کی ایک دیوار کھڑکی سے ڈھکی تھی' اور سامنے سڑک اور بنگلوں کی قطار نظر آ رہی تھی۔ جس لاء کالج کو ان کا امتحانی مرکز بنایا گیا تھا' وہ دراصل ایک بڑا سا بنگلہ تھا اور یہ کمرا یقیناً" ڈرائنگ ڈائننگ کے طور پہ استعمال کے لیے بنایا گیا ہوگا۔ اس نے سوچا۔

نیچے لان تھا اور وہاں سے ان ادھیڑ عمر وکیل صاحب کی کار نکلتی دکھائی دے رہی تھی۔ جو ہائی کورٹ کے وکیل تھے' اس لاء کالج کے مالک تھے اور ہر پیپر میں بار بار امتحانی کمروں کا چکر لگا کر اپنی خراب انگریزی میں لڑکیوں کو نقل کرنے کے نتائج سے ڈرانے کی کوشش کرتے تھے۔ شکر کہ اب وہ کہیں جا رہے تھے اور اگلے ڈیڑھ گھنٹے سر پہ سوار نہیں ہوں گے۔ اس نے مسکراہٹ دبا کر سوچا اور دوبارہ پرچے پہ جھک گئی۔

"شش!" ناعمہ نے پیچھے سے اسے ٹھوکا دیا۔ اس نے جھنجلا کر ممتحن کو دیکھا جس کی ان کی طرف پشت تھی اور پھر پیچ مڑی۔

"کیا ہے؟"

"رافعہ کو دو!" اس نے ٹشو آگے کیا۔ حنین نے جلدی سے ٹشو پکڑا جیسے کوئی جلتا ہوا انگارہ ہو اور رافعہ کی کمر پہ پن چبھا کر اسے متوجہ کیا۔ ممتحن اب چلتی ہوئے آگے جا رہی تھی۔ قطار ختم کر کے ہی وہ مڑتیں اور اس سے پہلے ہی اس نے رافعہ کو وہ دے دینا تھا۔

مگر رافعہ یا تو ڈر گئی تھی یا اس سے سمجھنے میں غلطی ہوئی یا ممتحن غلط وقت پہ مڑیں اسے ٹھوکا دے کر ٹشو پکڑاتی حنین کے ہاتھ سے ٹشو گرا' وہ فوراً" پیپر پہ جھکی۔ اس کی گھبراہٹ نے سب واضح کر دیا۔ ممتحن خاتون تیز تیز اس طرف آئیں۔ جھک کر ٹشو اٹھایا۔ اسے کھولا۔ حنین نے سر جھکائے اگلا لفظ لکھنے کی کوشش کی' مگر ہاتھ نم ہو گئے' پرچہ نم ہو گیا' سیاہی پھیلنے لگی۔

"آپ نقل استعمال کر رہی تھیں؟ کہاں سے آیا یہ آپ کے پاس؟ چھوڑیں پیپر!" دو ہاتھوں نے اس کا پرچہ کھینچا۔ دو ٹیچرز مزید اس طرف آئیں۔ وہ ہکا بکا سی بیٹھی رہ گئی۔

"یہ میرا نہیں ہے میم' مجھے نہیں پتا اس میں کیا ہے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ میں نے خود تمہیں اسے پکڑے دیکھا ہے۔"

"یہ ناعمہ نے دیا تھا' رافعہ کو دینے۔" اس نے پچھلی اور اگلی دونوں کو گھسیٹا' کہ وہ کوئی اس کی اچھی دوستیں نہ تھیں جن کو وہ بچاتی۔

"میرا نام کیوں لے رہی ہو؟"

"مجھے نہیں پتا' یہ کیا کہہ رہی ہے۔" دونوں لاتعلق ہو گئیں۔ کمرے میں تماشا لگ گیا۔ سب سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ٹیچرز اسے اٹھا رہی تھیں کہ وہ اپنی چیزیں لے کر آفس میں آ جائے' اس کا پرچہ ختم۔

"آپ پر کیس بنے گا اور تھانے میں درج ہو گا۔ تین سال تک آپ پیپرز نہیں دے سکتیں۔" ان کے الفاظ حنین یوسف کی روح قبض کر رہے تھے۔

زمین آسمان اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ آج تو ویسے بھی آخری پرچہ تھا۔ یہ ایک دم سے سب کیسے غلط ہونے لگ گیا تھا؟

کچھ لڑکیاں واپس لکھنے میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ اسے چیزیں سمیٹتے دیکھ رہی تھیں۔

"میم! یہ میرا نہیں ہے' مجھے نہیں پتا تھا اس میں کیا لکھا ہے۔" وہ ساتھ ساتھ خشک حلق کے کہہ رہی تھی۔

کسی نے اسے ٹشو "پاس" کرتے نہیں دیکھا تھا۔ سپرنٹینڈنٹ نے ٹشو اس کے "پاس" دیکھا تھا اور اگلی پچھلی انہیں دم کٹی لومڑی کا شکار لگی تھیں۔ صرف اسے اٹھایا گیا' وہ منت کرتی رہی۔ کبھی غصے سے زور سے بھی بولتی مگر کوئی اثر نہیں۔۔۔ میڈم اسے دو کمروں سے گزار کر ایک آفس نما کمرے میں لے آئیں۔

اسے کرسی پہ بٹھا دیا۔ پرچہ پیپر ویٹ تلے رکھ دیا۔ اور ایک دوسری ٹیچر کو یونیورسٹی کی انسپکشن ٹیم کو کال کرنے کا کہا۔ مقدمے کا پرچہ انہوں نے ہی آ کر بنوانا تھا۔ ٹیم شہر کے کسی دوسرے امتحانی مرکز کے دورے پہ تھی' ان کو آنے میں کچھ وقت لگنا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک حنین کے اعصاب پہ ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔ وہ سفید چہرہ لیے' حواس باختہ پریشان سی بیٹھی تھی۔ مگر خاموش نہیں تھی۔ وہ بار بار احتجاج کر رہی تھی۔

"میم! میں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ پچھلی لڑکی کا تھا ۔۔۔"

"اگر آپ نے ایک لفظ مزید بولا تو میں اس پہ ابھی سرخ کانٹا پھیر دوں گی۔" انہوں نے غصے سے جھڑکا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے سر جھکا دیا۔ مگر وہ ہار نہیں مان سکتی تھی۔ وہ سعدی یوسف کی بہن تھی۔۔۔ اوہ۔۔۔ بھائی کو کتنی شرمندگی ہو گی اس پر؟ حنین چیٹنگ کرتے پکڑے گئی؟ تھانے میں مقدمہ؟ وہ لرز کر رہ گئی۔ بھائی کبھی اس پہ دوبارہ اعتبار کر سکے گا کیا؟

سپرنٹینڈنٹ کو ایک ٹیچر نے بلوا لیا۔ ایک دوسرے کمرے میں کچھ لڑکیاں کونسچن پیپر پہ لکھ رہی تھیں۔ ان کی لاپرواہی نے ان کو بھی پھنسا دیا۔ ابھی پچھلے پیپر میں اسی جگہ ایک پوری قطار جو کونسچن پیپر پہ پوائنٹس لکھ رہی تھی' اور اس قطار میں سہلی ممتحن' دونوں پہ پرچہ کیا تھا انسپکٹر نے اور ابھی وہی جلاد صفت انسپکٹر پھر آنے والا تھا۔ سپرنٹینڈنٹ غصے سے باہر نکلیں۔ حنین کمرے میں تنہا رہ گئی۔ گھڑی کی ٹک ٹک ہر سو گونجنے لگی۔

میز پہ سپرنٹینڈنٹ کے پرس کے ساتھ ان کا موبائل رکھا تھا۔ حنین نے ادھ کھلے دروازے کو دیکھا اور لمحے بھر میں فیصلہ کیا۔ اسے مدد مدد پکارنا تھا۔ مگر کون آئے گا؟

موبائل اچک کر اس نے دھڑکتے دل سے نمبر ملایا۔ پہلے سعدی کا پھر مٹا دیا۔ بھائی کے سامنے شرمندگی؟ نہیں پھر پھپھو کا۔۔۔ وہ ہندسوں کے بعد ہی مٹا دیا۔ کبھی بھی نہیں' ہو نہہ اور ماموں کا تو کوئی نمبر ہی نہ تھا۔ پھر کسے کرے؟ وقت کی ریت ہاتھوں سے پھسلتی جا رہی تھی۔ وہ تاریک سرنگ میں کھڑی تھی اور ایسے میں اچانک سے سنہری رنگ سے لکھے گیارہ ہندسے جگمگانے لگے۔ بنا سوچے سمجھے اس نے نمبر ڈائل کیا۔ یہ پہلی دفعہ تو نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کو فیور زدے رہے تھے۔

"ہیلو؟" ہاشم نے تیسری گھنٹی پہ فون اٹھایا۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا تھا اور ایکسیڈنٹ میں مرنے والی لڑکی کی فیملی سے مل کر واپس آ رہا تھا۔ گو کہ نمبر انجان تھا مگر ہاشم ہر انجان کال اٹھایا کرتا تھا۔

"ہاشم بھائی؟ ہاشم بھائی' میں حنین بول رہی ہوں۔" منہ پہ ہاتھ رکھ کر وہ دبی دبی سی آواز سے بولی' خوف زدہ نظریں دروازے پہ ٹکی تھیں۔

"آ۔۔۔ کون۔۔۔ حنین؟" وہ یاد کرنے لگا تھا۔ حنین کے گرد اندھیرے بڑھنے لگے۔ نقل کرنے پہ ایک پرچہ امتحانی مرکز میں موبائل کے استعمال پہ دوسرا پرچہ۔۔۔ "میں۔۔۔ ندرت کی بیٹی' فارس کی بھانجی' زمرکی ۔۔۔"

"سعدی کی بہن؟" ہاشم چونکا تھا۔ "ہاں' حنین' بولو بیٹا' کیا ہوا؟ خیریت؟" اور اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"ہاشم بھائی! انہوں نے مجھے چیٹنگ کے جرم میں پکڑا ہے' پرچہ ہو گا' پلیز کچھ کریں میں۔۔۔"

"تم۔۔۔ کدھر ہو تم؟ مجھے ایڈریس بتاؤ اور فون کہاں سے کر رہی ہو؟"

اس نے جلدی جلدی ایڈریس بتایا تھا کہ باہر سے بولتی سپرنٹینڈنٹ کی آواز قریب آنے لگی۔

"سپرنٹینڈنٹ آ گئی' کال بیک مت کیجئے گا۔" گھبرا کر اس نے فون رکھا۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر آئیں۔

حنین نے ماتھے سے پسینہ صاف کیا۔ دونوں ٹیچرز اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں' اسے تو وہ کنارے لگا ہی چکی تھیں۔ اب پوری پانچ لڑکیوں کے کونسچن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

FBP-02-14

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

پیپر کا معاملہ آگیا تھا' انسپکشن ٹیم آئے گی تو یہ پنڈورا باکس بھی کھلے گا۔ وہ لوگ سخت غصے میں تھیں۔

کسی نے بھی موبائل کی سمت نہ دیکھا کہ ان کو بلا ضرورت خود بھی موبائل استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔

حنین اب بہتر محسوس کر رہی تھی ہاشم سے بات کر کے تسلی ہوئی تھی۔ یہ لاء کالج تھا' ہو سکتا ہے ہاشم ان خراب انگریزی والے پرنسپل وکیل کو جانتا ہو' وہ انہیں فون کر دے اور معاملہ ختم ہو جائے۔ ہاشم تو سب کو جانتا ہے اور یہ تو سب کو پتا تھا کہ کام کے وقت ہاشم کاردار کو ہی پہلی کال کی جاتی ہے۔ اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔

وہ انگلیاں مروڑتی خود کو ریلیکس کر رہی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھ رہی تھیں۔ وہ کھڑکی سے نیچے گیٹ کو دیکھنے لگی' یہاں سے گیٹ صاف دکھائی دیتا تھا۔ وہ وکیل پرنسپل کب آئیں گے؟ اف۔

کتنا وقت گزرا پرنسپل کی کتنی کڑوی کسیلی سنی' کچھ پتا نہیں' پتا بس اس وقت چلا جب اس نے گیٹ کے پار سیاہ چمکتی کار رکتی دیکھی۔ پچھلا دروازہ کھول کر وہ نکلا۔ سیاہ سوٹ' ٹائی' سن گلاسز' ہاتھ میں سرخ کور کی فائل۔ گلاسز اتارتے ہوئے اس نے گیٹ پار کیا۔ حنین کا سانس رک گیا۔

بہت عرصے بعد دیکھا تھا مگر وہ پہچان گئی تھی۔ وہ ہاشم تھا۔ ہاشم خود آیا تھا؟ حنین کے لیے؟ وہ ساکت تھی۔

وہ وکیل لگ رہا تھا' یا اس کی شخصیت ایسی تھی' اسے کسی ملازم نے نہیں روکا۔ وہ کسی سے امتحانی کمرے کا پوچھ کر اوپر آیا' راہداری عبور کی اور سپرنٹنڈنٹ کے آفس کے سامنے رکا۔

حنین بے اختیار کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں امید اور خوف دونوں سمٹے تھے۔

"سپرنٹنڈنٹ آپ ہیں؟" ہاشم نے سنجیدگی سے سپرنٹنڈنٹ کو مخاطب کیا۔ وہ دونوں خواتین پزل سی ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

"جی میں ہی ہوں' مگر یہ امتحانی مرکز ہے' یہاں غیر متعلقہ افراد کا داخلہ؟" اس کی شخصیت کے رعب میں وہ ذرا دھیمی سی کہنے لگیں۔

"تو پھر آپ ان کو یہاں سے بھیج دیں کیونکہ مجھے اور آپ کو تنہائی میں بات کرنی ہے۔" ہاشم نے کرسی کھینچی' ٹانگ پہ ٹانگ جما کر بیٹھا اور سنجیدگی سے دوسری ممتحن کی جانب اشارہ کیا۔

پرنسپل پریشان ہوئیں' مگر دوسری ٹیچر خود ہی جلدی سے باہر نکل گئیں۔

"حنین' بیٹا دروازہ بند کرو۔" اس نے اطمینان سے دوسرا حکم صادر کیا۔ سپرنٹنڈنٹ چونکیں۔ وہ اس بچی کا جاننے والا تھا' مگر۔۔۔؟

حنین نے جلدی سے دروازہ بند کیا۔ پھر واپس آ کر کھڑی رہی۔ ٹانگوں سے جان نکلنے کو تھی مگر بیٹھی نہیں۔ ہاشم نے ابھی تک اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"دیکھیں' آپ اس طرح کیسے اندر آگئے ہیں؟ یہ کوئی طریقہ کار نہیں؟" اب کہ ان کو غصہ چڑھنے لگا تھا۔

"میں ہاشم کاردار ہوں' حنین یوسف کا وکیل اور طریقہ کار میں ابھی آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔"

مگر اس کے نام کا پرنسپل پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسے نہیں جانتی تھیں۔

"اس بچی نے نقل کی ہے' یہ نقل کی بوٹی (ٹشو پیپر لہرایا) ہم نے اس کے پاس سے پکڑی ہے اور ابھی انسپکٹر آ کر اس پہ پرچہ کاٹنے لگے ہیں' اس لیے میں یہاں آپ کی کوئی سفارش نہیں سننے والی ہوں۔"

"جی۔۔۔ یہ نقل کی بوٹی اس کے پاس تھی' بالکل تھی!" ہاشم نے اثبات میں سر ہلایا تو حنین نے کرنٹ لگا کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"اور یہ بوٹی اسے آپ نے پہنچائی تھی میڈم سپرنٹنڈنٹ۔"

میڈم کا منہ کھل گیا' آنکھوں میں حیرت اور پھر غصہ ہلکورے لینے لگا۔ مگر اب ہاشم نے اسے بولنے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

موقع نہیں دینا تھا۔

"یہ آپ ہی نے پہنچائی ہے' بالکل اسی طرح جیسے پچھلے چند سالوں میں آپ نے اپنی تین رشتہ دار بچیوں اور ایک دوست کی بچی کو نقل پہنچائی تھی۔ ان چاروں لڑکیوں کے بیان حلفی' نقل کے عمل کا طریقہ' ان امتحانی مراکز کی تفصیلات اور شناختی کارڈز کی کاپی سب اس فائل میں موجود ہیں اور جب میں یہ فائل یونیورسٹی انتظامیہ اور کنٹرولر امتحانات کو دکھاؤں گا اور جب وہ ان میں سے ایک بچی کے منہ سے سب سنیں گے کیونکہ وہ بچی بعد میں مدرسے چلی گئی تھی اور اب اسے اپنی نقل سے کمائی گئی ڈگری پہ بے حد ندامت ہے' تو آپ کا کیا بنے گا؟"

سپرنٹنڈنٹ کا تو رنگ سفید پڑا ہی' حنین الگ منہ کھولے ہاشم کو دیکھ رہی تھی جو سرخ فائل لہرا کر سب کہہ رہا تھا۔

"یہ جھوٹ ہے' میں نے کبھی کسی کو نقل نہیں کروائی۔"

"وہ میرا مسئلہ نہیں ہے' یہ بچی میرا مسئلہ ہے۔ آپ اسے پیپر واپس دیں اور اس کا جو ٹائم ___ کتنا ٹائم ضائع ہوا ہے؟" رک کر حنین کو دیکھا۔ وہ جو ہکا بکا اسے دیکھے جا رہی تھی' گڑبڑا کر گھڑی دیکھی۔ "چالیس منٹ۔"

"اس کے جو چالیس منٹ ضائع ہوئے ہیں وہ اس کو ایکسٹرا دیں' اس کا پیپر بغیر سرخ نشان کے لیا جائے اور اسے عزت سے جانے دیا جائے' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو آپ کی یونیورسٹی کے وی سی کا نمبر میرے فون میں "آر" کی لسٹ میں ہے (ساتھ ہی موبائل اسکرین دکھائی) کنٹرولر امتحانات کا "ایس" کی لسٹ میں اور آئی جی کا "ٹی" میں سو میرے آر ایس ٹی دبانے سے پہلے اس بچی کو اس کا پیپر واپس مل جانا چاہیے۔" وہ سپرنٹنڈنٹ کی آنکھوں میں دیکھ کر بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"یہ سب بکواس ہے اور ہم انسپکشن ٹیم کو کال کر چکے ہیں' وہ آتے ہی ہوں گے۔" وہ بے چین' مضطرب' غصے میں تھیں۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ میں یہ فائل ان ہی کو پیش کردوں گا اور مجھے لگتا ہے ابھی تک آپ کو ان لڑکیوں کے بیانات کی نزاکت کی سمجھ نہیں آئی۔ حنین' بیٹا! یہ لو اور پہلا بیان ان کو پڑھ کر سناؤ" ہاشم نے سپرنٹنڈنٹ کو ہی دیکھتے ہوئے فائل اس کی طرف بڑھائی۔ حنین کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے فائل کھولی اور پہلے صفحہ سامنے کیا۔

کاردار اینڈ سنز' پریزنٹیشن' ہاشم کاردار کے پوائنٹس وہ اندھوں کی طرح صفحے کو اوپر نیچے دیکھ رہی تھی۔ یہ تو ہاشم کے آفس کی کوئی فائل تھی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ہاشم کا چہرہ دیکھا۔ (کیا وہ غلط فائل اٹھا لایا تھا؟)

"پڑھو حنین!" اب کے ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا' پھر ترچھا ہو کر خود فائل کو دیکھا۔

"ہوں ___ پہلا کیس تو آپ کی بہت قریبی عزیز بچی کا ہے اور یہ واقعہ بھی اسی سیکٹر کے ایک کالج میں پیش آیا ___" وہ جیسے پڑھتے ہوئے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ وہ غلط فائل نہیں اٹھا کر لایا تھا۔ حنین بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ہاشم جھوٹ بول رہا تھا۔

"بس!" سپرنٹنڈنٹ کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا' ہاتھ اٹھا کر سختی سے روکا۔ ہاشم نے فائل لے کر بند کر دی۔ پیپر ویٹ ہٹا کر پیپر اٹھایا اور حنین کو دیا۔

"جاؤ' جا کر پیپر کرو۔" حنین نے میڈم کو دیکھا۔ وہ ضبط سے لب کاٹتی اسے دیکھ رہی تھیں۔

اسی پل دروازہ کھول کر پرنسپل وکیل داخل ہوئے۔ ہاشم نے گردن ترچھی کر کے مسکرا کر دیکھا' پھر اٹھ کر ملا۔ وہ خوشگوار حیرت سے اس سے ملے۔

"کاردار صاحب' آپ ادھر کیسے؟" وہ اسے جانتے تھے خیر اب تو سپرنٹنڈنٹ بھی اسے جان گئی تھیں۔

"دراصل یہ میری کزن کی بیٹی ہیں' خاندان میں ایک بزرگ کی ڈیتھ ہو گئی تھی' مجھے ان کو پک کرنا تھا' مگر یہ خبر سن کر پریشان ہو گئیں اور آدھا پونا گھنٹہ ضائع

ہو گیا۔ بمشکل پیپر مکمل کرنے پہ راضی کیا ہے میڈم نے اور ایکسٹرا ٹائم بھی دیں گی۔ ان کی مہربانی!" کہتے ہوئے اس نے مسکرا کر سپرنٹنڈنٹ کو دیکھا جنہوں نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا۔

"نہیں' بس تھوڑا سا رہ گیا تھا' میں پندرہ بیس منٹ میں کرلوں گی۔" حنین پیپر دبوچے کھڑی ہو گئی۔

"جی بالکل آپ آرام سے کریں۔" پرنسپل صاحب نے گرم جوشی سے کہا پھر ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے۔ "آیئے نیچے آفس میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ بڑا عرصہ ہوا ملاقات نہیں ہوئی تھی آپ سے۔" ہاشم نے مسکرا کر سر کو خم دیا' پھر گھڑی دیکھی۔ اس کا وقت بہت قیمتی تھا۔ مگر پھر بھی اس نے حنین سے کہا۔ "پیپر دے کر آؤ' میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"اوہ میڈم' انسپکشن ٹیم پہنچنے والی ہے' آپ نے ان کو کس سلسلے میں بلایا تھا؟" پرنسپل صاحب نے جاتے جاتے ایک دم پوچھا۔ حنین کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی۔ اس نے ہراساں سی ہو کر ہاشم کو دیکھا جو گہری' سرد نظروں سے سپرنٹنڈنٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ ہال نمبر تھری میں لڑکیاں کونسچن پیپر لکھ رہی تھیں تو ___"

"اوکے اوکے ___" وہ سر ہلا کر ہاشم کو باہر لے گئے۔ حنین بھی پیپر کسی متاع عزیز کی طرف پکڑے وہاں سے نکل گئی۔

بیس نہیں' اسے پچیس منٹ لگے۔ جلدی جلدی پیپر ختم کر کے وہ شعلہ بار نظروں سے خود کو گھورتی سپرنٹنڈنٹ سے نگاہ ملائے بغیر نیچے آئی تو ہاشم پرنسپل کے آفس (جو پورچ کے ساتھ تھا کہ وہ کالج بنگلہ ہی تھا) سے نکل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر خوشگوار سا مسکرایا۔

"ہاشم بھائی ___ تھینک یو سو مچ!" وہ قریب آ کر بولی تو آواز بھرا گئی۔ آنکھیں نم ہو گئیں۔

"شکریہ کس چیز کا؟ سعدی اور تم نے ہم پہ ایک احسان کیا تھا' اس کو اسی کا بدل سمجھ لو۔ خیر' میں نے پرنسپل سے کہہ دیا ہے' وہ اس امر کو یقینی بنائے گا کہ تمہارا پیپر بغیر سرخ کانٹے کے سیل ہو جائے۔"

"ان کو ___ خبر نہیں ہوئی سارے معاملے کی؟"

"ضرور ہو گی مگر تب تک تمہارا پیپر جا چکا ہو گا۔ بے فکر رہو' میں نے سب سنبھال لیا ہے۔" اس نے اعتماد سے کندھے اچکائے۔

"مگر ___ وہ فائل اس میں میڈم کی تفصیلات تو نہیں تھیں؟"

ہاشم نے ہنس کر سر جھٹکا۔

"مجھے تو اس عورت کا نام بھی نہیں معلوم!"

"مگر ___ وہ سب آپ نے کیسے کہا؟"

"میں نے اندازہ لگایا۔ کم از کم چار دفعہ تو اس نے یہ کام کیا ہو گا۔"

"لیکن اگر وہ ایماندار ٹیچر ہوتیں تو؟"

"بہرحال' وہ ایماندار نہیں تھی۔"

"اور اگر وہ فائل دیکھ لیتیں؟"

"مجھے پتا تھا وہ نہیں دیکھے گی۔ اپنا اعمال نامہ کوئی بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" اس نے کلائی پہ گھڑی دیکھی۔ "چلو تمہیں ڈراپ کردوں؟"

اور سعدی یوسف کی بہن بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی "نہیں' وین آ گئی ہو گی اور اگر آپ نے چھوڑا تو سب کو پتا چل جائے گا۔ ہاشم بھائی' پلیز سعدی بھائی کو مت بتایئے گا۔" وہ یکدم خوفزدہ و شرمندہ نظر آنے لگی۔

"کیا یہ کہنے کی بات ہے؟" الٹا وہ حیران ہوا۔ حنین نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"آج پھر پارٹی پہ آ رہے ہو؟ زمر نے آر ایس وی پیز ٹکٹ کر کے بھیج تو دیے تھے۔"

"جی' پھپھو خود کارڈ دینے آئی تھیں' ہم سب آئیں گے۔"

"اچھا زمر خود گئی تھیں؟ گڈ!" ہاشم مسکرا دیا' پھر دوبارہ گھڑی دیکھی۔ اس کو جانا تھا' سو مہذب انداز میں اجازت چاہی۔

حنین کی نگاہوں نے اس کے کار میں بیٹھنے تک اس کا تعاقب کیا۔ اس کا پرفیوم ہنوز اس کے اردگرد پھیلا تھا۔ وہ جادوگر تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جادوگر۔۔۔

وہ مڑ گئی۔۔۔ ابھی اسے رافعہ اور ناعمہ کی بھی خبر لینی تھی۔

☼ ☼ ☼

سارے گل بوٹے مصنوعی
رنگ، نمو، خوشبو دھوکا ہے

قصر کے سبزہ زار میں سیاہ شام سنہرے تاروں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی تھی۔ بھرپور سجاوٹ، سیاہ اور سنہری اسپرے پینٹ شدہ اصلی گلاب، روشنیاں، قمقمے۔

وہ سب گول میزوں کے گرد کھڑے تھے۔ وہ گول میزیں اتنی اونچی تھیں کہ سینے تک آتیں کرسیاں ندارد ایک میز پہ ٹیگ لگا تھا "Yousufs" اور اس کے گرد وہی چاروں تھے۔ صرف حنین کا فراک سنہری تھا، باقی سعدی اور سیم سیاہ سوٹ میں تھے اور زمر کو تو سیاہ کی عادت تھی۔ وہ بے تاثر چہرہ لیے، گھنگھریالی لٹ انگلی پہ لپیٹتی سامنے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ لمبی قمیص، کندھوں پہ سیاہ ہی دوپٹہ۔ بال کھلے تھے۔ حنین کے بال مگر فرنچ چوٹی میں بندھے تھے اور وہ مسلسل اردگرد سے گزرتی لڑکیوں کے پیر دیکھ رہی تھی۔ (امیر لڑکیوں کی شکلیں جیسی بھی ہوں، پاؤں بلا کے حسین ہوتے ہیں) وہ چہرہ رگڑلے بہت ہے، پیروں کا خیال دعوتوں میں ہی آتا۔ اس نے اپنے پاؤں فراک کے گھیر کے اندر سمیٹنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سوچا۔

سیم کافی پرجوش آیا تھا۔ حنین نے یہ کہہ کر کہ "امی کو بڑے ابا کے پاس چھوڑ دیتے ہیں کیوں پھپھو؟" زمر کی تائید لی تو سعدی انکار نہ کرسکا۔ سیم کو سب سے زیادہ خوشی سوموار کو اپنے دوستوں کو اپنے امیر رشتے داروں کی دعوت کی تفصیل بتانے کی تھی۔ اس لیے رستے میں بار بار وہ دبی آواز میں حنین سے اپنا اور کاروار زکا رشتہ پوچھتا آیا تھا۔

"ہاشم بھائی ہمارے کیا لگتے ہیں۔"

"دیکھو سیم! ہمارے نانا نے دو شادیاں کی تھیں۔" حنین نے پہلی دفعہ تفصیل سے سمجھایا۔ "پہلی بیوی سے امی اور وارث ماموں تھے، جن کی بیوی سارہ خالہ ہیں، پتا ہے نا ان کا؟" سیم نے اثبات میں سر ہلایا "اور دوسری بیوی سے فارس ماموں تھے۔ اب یہ جو دوسری نانی تھیں نا، ان کے بھائی اورنگ زیب کاردار تھے۔ ہاشم بھائی کے ابو۔"

"یعنی فارس ماموں اور ہاشم بھائی فرسٹ کزن ہوئے؟"

"بالکل۔ مگر ہماری امی کے فرسٹ کزن نہیں ہیں ہاشم بھائی۔ ہمارے وہ کچھ بھی نہیں لگتے ویسے۔"

"تو پھر وہ ہمیں کیسے جانتے ہیں؟"

"اف سیم۔۔۔! خون کا رشتہ نہیں ہے مگر امی کی سوتیلی ماں کے بھتیجے ہوئے تو رشتے دار تو لگے نا۔ اب دوبارہ مت پوچھنا۔"

"مگر پھر وہ زمر پھپھو کو کیسے جانتے ہیں؟"

"ہاشم بھائی اور پھپھو وکیل ہیں ایک ساتھ کام کرتے رہے ہوں گے اسی طرح شاید۔"

"تو ہاشم بھائی نے سارہ خالہ کو کیوں نہیں بلایا؟"

"اف، مجھے کیا پتا۔ سارہ خالہ تو ویسے بھی اب کسی سے زیادہ ملتی جلتی نہیں ہیں اور ہمیں بھی کبھی کبھی ہی بلاتے ہیں۔"

"پہلے کب بلایا تھا، میں تو کبھی نہیں گیا۔" سیم کو تو غم لگ گیا۔

"بس چند ایک بار گئے تھے ہم ان کی طرف۔ بھائی اور میں۔ اب چپ کر کے بیٹھو!" اس نے بات ٹال دی اور۔۔۔ بمشکل سیم کو خاموش کروایا، مگر پارٹی میں آکر وہ واقعی خاموش ہو گیا تھا۔ یہ اس کی دنیا سے مختلف دنیا تھی اور اسے بالکل بھی مزا نہیں آرہا تھا۔

"کٹو۔۔۔" اس نے حنین کے قریب سرگوشی کی۔ "یہ ہاشم بھائی۔۔۔ دور کسی سے ہنس کر باتیں کرتے ہاشم کی طرف اشارہ کیا" کتنے آرٹیفشل لگتے ہیں نا۔"

"الو۔ اشارے مت کرو!" اس نے جلدی سے سیم کا ہاتھ دبایا البتہ چہرے کے رنگ بدل گئے۔ وہ ہاشم کو دیکھ بھی نہ پا رہی تھی۔ دل میں خوف الگ۔ اگر کسی کو پتا چل گیا تو؟

سعدی جوس کے گلاس سے گھونٹ بھرتا گہری نظروں سے بائیں طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں شہرین کھڑی کسی سے مل رہی تھی اس نے وہی سنہرا گاؤن پہن رکھا تھا اور ہاتھ میں کلچ کے ساتھ ٹیب اٹھا رکھا تھا۔ پھر سعدی کو دیکھ کر ان کی طرف آئی۔

"ہیلو ڈی اے!" زمر کو وہ اسی طرح پکارتی تھی۔ ڈی اے یعنی ڈسٹرکٹ اٹارنی۔ پھر سعدی پہ ایک سرسری نظر ڈالی۔

"ہیلو سعدی؟ ٹھیک ہو تم؟" رسمی سا حال احوال پوچھا۔

زمر نے محض سر کے خم سے جواب دیا۔ وہ اسی طرح مڑ گئی، مگر سعدی کے قریب سے اور سعدی نے بے حد مہارت سے ٹیب پکڑ کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ شہرین مڑے بنا دور ہوتی گئی۔ سعدی نے گہری سانس لی آدھا کام ہو گیا تھا مگر پاس ورڈ۔۔۔

"زمر نے وعدہ پورا کیا سعدی بالآخر آگیا۔"

ہاشم نے مسکرا کر اس کے کندھے کو تھپکا تو وہ سنبھل کر سیدھا ہوا۔ ہاشم ابھی ادھر آیا تھا۔ حنین اپنے جوتوں کو دیکھنے لگی۔

زمر نے ذرا سے شانے اچکائے۔ اور خاموشی سے اسے سعدی سے بات کرتے دیکھتی رہی۔

"کیا کر رہے ہو آج کل؟" وہ بالکل بڑے بھائیوں کے انداز میں پوچھنے لگا۔ سعدی سادگی سے مسکرایا۔

"آپ کو علم نہ ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں، یہ میں نہیں مان سکتا۔"

ہاشم ہنس دیا مگر اس کی سرد آنکھیں سعدی کے اندر تک اتر رہی تھیں۔

"یہی تو جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"گڑے مردے اکھاڑ رہا ہوں۔"

ہاشم کی برف آنکھوں میں تپش ابھری، مگر مسکراہٹ پھیکی نہ ہوئی۔

"کوئی مدفن ملے تو مجھے بھی خبر کرنا!"

"سب سے پہلے آپ ہی کے پاس آؤں گا، وعدہ رہا!" سعدی کے لہجے میں عزم تھا۔ ہاشم نے مسکرا کر سر کو خم دیا اور سعدی کے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

"میں انتظار کروں گا۔" پھر وہ دوسروں کی طرف پلٹا "کیسی ہو حنین؟"

حنین نے چہرہ اٹھایا، پلکیں لرزیں۔ وہ سامنے کھڑا تھا، نرم مسکراہٹ سے اس کو دیکھتا۔ کیمل کلر کے سوٹ میں ملبوس اندر سیاہ شرٹ سب سے مختلف، حنین کا اعتماد بڑھا۔ کسی کو کچھ علم نہیں ہوگا۔ ہاشم کسی کو نہیں بتائے گا۔

"جی۔۔۔ ٹھیک!"

وہ سیم کو دیکھے بنا زمر کی جانب متوجہ ہوا۔ "کیا میں نے آپ کو بتایا کہ مجھے سرکار بنام عبدالغفور میں سیٹل منٹ مل گئی ہے؟"

زمر کی گھنگھریالی لٹ لپیٹتی انگلی ساکت ہوئی۔ آنکھوں میں حیرت، شاک کچھ بھی نہ ظاہر ہوا، بس سوالیہ ابرو اٹھائی۔

"واقعی؟ پراسیکیوٹر بصیرت کیسے مانے؟"

"جیسا کہ میں کہتا ہوں، پیسہ بولتا ہے۔" وہ محظوظ ہوا تھا۔ "ویسے آپ کو لاعلم دیکھ کر حیرت ہوئی، میرا خیال تھا میری جیت کا آپ کو علم ہوگا!"

"مجھے واقعی علم نہیں تھا کہ آپ جیت گئے ہیں۔" اس نے بے نیازی سے ابرو اچکائے۔ "اینی ویز مبارک ہو، آپ نے ایک قاتل کو ٹرائل سے محفوظ کر لیا۔"

"یہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا!" ہاشم نے یاد کروایا، پھر انٹرنس کی طرف دیکھا اور "میں آتا ہوں" کہہ کر اپنے دوسرے مہمانوں کی طرف بڑھ گیا۔

زمر اسے جاتے دیکھتی رہی، پھر رخ موڑا تو سعدی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ کس جیت کی بات کر رہے تھے؟" اور یہ کارپوریٹ Licitation سے کرمنل کیسز کی طرف کیوں آجاتے ہیں بار بار؟ ذرا سمرائز کر کے بتائیں۔" اس کی بات پر زمر نے کہنا شروع کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ویل..... ہاشم کی ماں کی دوست مسز شہلا ارشاد کے ڈرائیور نے ایکسیڈنٹ میں تین ایج لڑکی ماردی اور ہاشم اپنا آفس چھوڑ کر صرف عزیز و اقارب کو فیورز دینے ڈی اے کے آفس آتا رہتا ہے' سو وہ معاملہ سیٹل کرنا چاہتا تھا مگر پراسیکیوٹر بصیرت کے پاس کیس ہونے کی وجہ سے یہ مشکل تھا۔ بہرحال اس نے دیت کی رقم جتنا ماؤنٹ اوپر بھی خفیہ طور پر ورثا کو دے دیا اور معاملہ سیٹل۔"

سعدی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "صرف بیس منٹ!"

زمر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"ابا پہلی دفعہ جب مجھے آپ کے پاس لے کر گئے تھے تب میری عمر بیس منٹ تھی' سو سوائے ان بیس منٹ کے باقی کے پچیس سال اور سات دن میں آپ کے قریب رہا ہوں' اور ان بیس منٹ کی کمی میری آپ کو سمجھنے کی صلاحیت پہ اثر انداز نہیں ہو سکتی' کیونکہ آپ نے ہاشم سے کہا' آپ اس کی جیت سے بے خبر تھیں' اور اس کو ڈی کوڈ کروں تو آپ کو خبر تھی مگر جیت کی نہیں' کیونکہ وہ شاید جیتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے یہ بتو آپ نے ابھی سمرائز کر کے بتایا ہے' اسے زمرائز کر کے بتائیں۔"

"زمرائز کروں؟ اچھا....." وہ ہلکا سا ہنسی اور اتنے عرصے بعد یہ پہلی دفعہ ہوا۔ وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا اور حنین بے دلی سے سن رہی تھی۔ اس کا دھیان بار بار بھٹک رہا تھا۔

"قانون اندھا ہوتا ہے مگر پراسیکیوٹر کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مجھے کیس دیکھ کر پتا چل گیا تھا کہ ایکسیڈنٹ مالکن نے کیا ہے اور وفادار ڈرائیور قربانی کی بھیڑ ہے۔ مگر ثبوت تھا نہ گواہ' تو میں نے ہاشم کو پراسیکیوٹر بصیرت کا رستہ دکھایا' کیونکہ ہاشم اپنی انا کے لیے مسز شہلا سے دوہری رقم نکلوا سکتا تھا۔ جب لڑکی کے باپ نے بتایا کہ دوہری رقم مل گئی ہے تو میں نے بصیرت صاحب کو ڈیل کے لیے قائل کر لیا۔ بہرحال یہ ایک ایکسیڈنٹ تھا اور میں صرف اس فیملی کی مدد کرنا چاہتی تھی۔"

مسکرا کر بتاتے اس نے دور کسی سے بات کرتے ہاشم کو دیکھا۔ حنین بے دلی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی' البتہ سعدی نے صحیح انجوائے کیا تھا۔

"آپ نے ہاشم کو کیوں نہیں بتایا کہ وہ نہیں جیتا؟"

زمر نے جوابا" سعدی کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہمارے اسکول میں ایک جادوگر شو کرتا تھا۔ کبھی ٹوپی سے کبوتر نکالتا' کبھی کان سے سکہ۔ میں نے ایک دن پوچھا' اس ٹرک کا راز تو بتائیں۔ وہ بولا' جس دن بتا دیا' وہ میرے شو کا تمہارے اسکول میں آخری دن ہو گا۔"

"صحیح! اور یہ ڈرائیور کو قربان کرنے کا مشورہ بھی ہاشم بھائی کا ہو گا۔"

"کیا پتا انہیں معلوم نہ ہو کہ جرم مالکن نے کیا ہے۔" حنین کو برا لگا تھا۔

"معلوم؟ ہاشم کبھی بھی اپنے کلائنٹ سے نہیں پوچھے گا کہ اس نے جرم کیا ہے یا نہیں۔ اس کا کام دفاع کرنا ہو تو وہ دفاع کرے گا' پراسیکیوٹ کرنا ہو تو پراسیکیوٹ کرے گا۔"

حنین زمر کو دیکھ کر رہ گئی۔ ہاشم نے اس سے بھی نہیں پوچھا تھا کہ اس نے نقل کی تھی یا نہیں۔

"مگر کیوں؟"

"کیونکہ وکیل کا کام پوچھنا اور موکل پہ اعتبار کرنا نہیں ہوتا۔ اسے خود تفتیش کر کے سچ ڈھونڈنا اور اسے چھپانا یا بڑھانا ہوتا ہے۔"

"ہاشم بھائی کو لازمی پتا ہو گا کہ مالکن نے جرم کیا ہے۔ اپنے جیسے کرمنلز کو وہ اچھے سے جانتے ہیں۔" سعدی نے اضافہ کیا تو زمر نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"سعدی! میں ہاشم کو پسند نہیں کرتی اور قابل اعتبار تو قطعا" نہیں سمجھتی' مگر کرمنلز کا دفاع کرنے کے باعث ہم اس کو کرمنل نہیں کہہ سکتے۔"

سعدی خاموش ہو گیا۔ بس ایک نظر زمر پہ ڈالی۔ اگر جو پھپھو کو پتا چل جائے کہ وہ ہاشم کو اتنا بھی نہیں جانتیں تو؟

جواہرات جب ادھر آئی تو تنہا نہیں تھی' ساتھ دو

تین خواتین بھی تھیں۔ تازہ بوٹوکس کا اثر تھا' وہ سیاہ سنہری دھاریوں والے گاؤن میں دمک رہی تھی۔ مسکراتے ہوئے سعدی کا کالر نزاکت سے جھاڑا۔

"کیا یہ دوستی ہے تمہاری نظر میں کہ شکل بھی نہیں دکھاتے؟" بڑی نزاکت اور مان سے کہا۔

سعدی نرمی سے مسکرا دیا۔

"اب آپ کے پاس خود پہلے جیسا وقت نہیں ہوتا مسز جواہرات۔" جواہرات بس مسکرا کر اپنی فرینڈز سے زمر کا تعارف کروانے لگی۔ ایک تو شاید زمر کو جانتی بھی تھی۔

"اوہ' آپ زمر ہیں' مجھے یاد ہے۔ پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی۔" اس نے البتہ زمر کا نام غلط تلفظ سے بولا تھا۔ رے کے اوپر زبر کے ساتھ۔ "اف"

"اٹس زمر..... زے..... مرزے کے اوپر پیش ہے۔" اس نے توڑ توڑ کر بتایا۔ وہ خاتون "اچھا' اچھا" کہہ کر سر ہلانے لگیں۔ قدرے فاصلے پہ کھڑا نوشیرواں تند نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے ماں کے وعدہ پورا کرنے کا انتظار تھا۔

اب جواہرات نے ساتھی خواتین سے سعدی کا تعارف کروایا۔

"یہ سعدی یوسف ہے' ہمارا رشتہ دار اور بہت اچھا دوست۔ اپنا مکمل تعارف اور شجرہ نسب بتانا سعدی کو پسند ہے۔ سو بتاؤ نا سعدی!"

سعدی ذرا سا چونکا' پھر سنبھل کر مسکرایا..... سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ (تو نوشیرواں کی بے عزتی کا بدلہ اتارا جا رہا تھا) اس نے بس ایک نظر سامنے کھڑے شیرو پہ ڈالی جس کے لبوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ سعدی کھنکھارا۔

"مسز جواہرات نے چونکہ شجرہ نسب کا ذکر کیا ہے تو ہم پٹھان ہیں اور ہمارا قبیلہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے' یوسف علیہ السلام کی اولاد سے' اسی لیے سعدی یوسف خان نام ہے میرا اور چند برس قبل میں نے اپنا ڈی این اے ٹیسٹ بھی کروایا تھا' اس کے مطابق بھی میرے آبا یہود میں سے تھے۔ یوں' میں' میرے مڈل کلاس والدین' ہم سب بنی اسرائیل سے ہیں۔"

کہہ کر اس نے معصومیت سے جواہرات کو دیکھا جہاں شیرو کا چہرہ سیاہ پڑا۔ وہیں جواہرات بھی بجھ گئی' وہ یقینا" یہ سب اس انداز میں نہیں کہلوانا چاہتی تھی اگر جو وہ اس روز نوشیرواں کے سامنے جھاڑی گئی تقریر یہاں دہراتا تو کتنا مزا آتا مگر اب وہ تینوں خواتین ستائشی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ نوشیرواں سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ جواہرات نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ "آسٹریلیا کب جا رہی ہو آمنہ؟"

"اسی ہفتے' حماد اور کرن کے ساتھ۔"

زمر چونکی' سعدی بھی حنین تک نے ان کو دیکھا۔ جواہرات مسکراتے ہوئے نرمی سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے پاس بدلہ لینے کے بہت طریقے تھے۔

"کرن کیسی ہے؟"

"جڑواں بیٹے ہوئے ہیں اس کے' خوش ہے۔" وہ کرن کی خالہ تھیں اور یہ تو سب کو علم تھا کہ زمر کے منگیتر کا رشتہ جواہرات کے جاننے والوں میں ہی ہوا تھا۔

وہ خواتین وہاں سے ہٹیں تو جواہرات اس طرف مڑی' ایک معصوم نظر سعدی کے سنجیدہ چہرے پہ ڈالی' پھر زمر کو دیکھا جو سپاٹ کھڑی تھی' پھر ایک دم آنکھوں میں ملال ابھرا۔

"اوہ آئی ایم سوری ہنی! مجھے حماد کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا' میں نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا نا۔" نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر وہ جیسے بے حد شرمندہ تھی۔

حنین نے لب کاٹتے ہوئے پھپھو کو ہمدردی سے دیکھا۔ اسے اپنے پچھلے رویے پہ شرمندگی ہوئی بے چاری پھپھو۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔" اسے فرق پڑا تھا' مگر وہ رخ موڑ گئی اور وہیں انٹرنس سے وہ چلا آ رہا تھا۔ سیاہ سنہرے لوگوں میں وہی منفرد تھا۔ نیلی جینز اور سفید شرٹ' چھوٹے کٹے بال' کندھے پہ بیگ لٹکائے۔ ویٹر نے کچھ کہا اس نے "اونہوں" کرتے بے زاری سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے پرے کیا اور برآمدے کی جانب بڑھ گیا۔ زمر کی آنکھوں میں کرب ابھرا۔ نفرت، غم، غصہ، لب بھنچ گئے۔ جواہرات نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔

"وہ رہا ہو گیا ہے، اور یہ اس کے ماموں کا گھر ہے، اس کو رہنے سے روک نہیں سکتی۔ فارس کو کوئی بھی کچھ کرنے سے روک نہیں سکتا۔" جواہرات نے زمر کا ہاتھ دبائے گویا معذرت کی مگر دھیرے سے۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا!"

"آئی ایم سوری! ریئلی!"

"یو شڈ بی!" سعدی نے سرد لہجے میں کہا۔ جواہرات نے نرمی سے اسے دیکھا، اس کی کہنی کو بچے کی طرح تھپکا اور ایکسکیوزمی کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

حنین، سیم، سعدی، تینوں خاموش تھے اور زمر کے ردعمل کے منتظر تھے۔ مگر وہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ نے وہ کتاب پڑھی جو میں نے گفٹ کی تھی؟" سعدی نے کھنکھار کر کہا۔

"کون سی کتاب؟" زمر نے آنکھوں میں اتری نمی کو اندر اتار لیا مگر لہجے میں لرزش تھی۔ "ہاں وہ... تیرہویں صدی کا مسلم اسکالر نان فکشن؟ نہیں، میں نہیں پڑھ سکی۔ میں آتی ہوں ابھی ہوں!" وہ معذرت کر کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"پھپھو ہرٹ ہوئی ہیں۔" سیم نے کہا۔ وہ دونوں چپ رہے۔

کیک کٹ رہا تھا۔ ہاشم اور شہرین بچی کے اردگرد مسکراتے ہوئے موجود تھے۔ مصنوعی قہقہے، کھوکھلی خوشیاں پھر شہرین نے کیک کے ٹکڑے کرنا شروع کیے۔ وہ فونڈنٹ کا تین منزلہ باربی کیک تھا، جیسے اصلی باربی پھولے فراک کے ساتھ کھڑی ہو۔ چند کیکس اس کے علاوہ بھی مرکزی میز پہ رکھے تھے جن کے اب فینو نا ٹکڑے کر رہی تھی۔ باربی والے کیک پہ باربی نے ایک دل اٹھا رکھا تھا جس پہ Soniya لکھا تھا۔

شہرین نے وہ دل سونیا کی پلیٹ میں ڈالا مگر جب کیک سرو کیے جانے لگا تو اس نے وہ دل ایک اور ڈش میں کیک کے اوپر رکھ کر فینو نا کو دیا۔

"یہ ڈی اے کی ٹیبل پہ لے جاؤ۔"

فینو نا اسے فوراً وہاں لے آئی۔ ڈی اے (زمر) تو نہیں تھی، مگر سعدی نے یہ سب غور سے دیکھا اور پھر شہرین کو۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی مگر اس کو دیکھتے پا کر مہمانوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔ یعنی سعدی خود سمجھ لے تو سمجھ لے، وہ بس کنارے کنارے رہ کر ہی مدد کرے گی۔

زمر اندر آئی تو وہاں بھی مہمان بکھرے تھے۔ امیروں کی دعوتیں، سارا گھر ہی کھول کر رکھ دیتے ہیں۔

"گیسٹ باتھ روم کس طرف ہے؟" زمر نے گزرتے ویٹر کو روکا وہ کسی کام سے آیا تھا سو باتھ کے بجائے گیسٹ روم کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ سیدھی ادھر چلی آئی۔ وہ آنسو جو باہر مضبوطی کے خول نے بہنے نہیں دیے تھے، وہ اندر اترنے کے باوجود آنکھوں کو سرخ کر گئے تھے۔ اس نے گیسٹ روم کا دروازہ دھکیلا کہ باتھ روم جا کر منہ دھوئے مگر۔

بیڈ پہ بیگ کھلا پڑا تھا۔ ایک مشین گن، دو پستول، گولیاں اور خود وہ بیڈ کے کنارے پہ جو گر رکھے، پنڈلی کے ساتھ چاقو باندھ رہا تھا۔ آہٹ پہ چونک کر سر اٹھایا پھر وہیں رک گیا۔ سیدھا بھی نہ ہوا۔

چوکھٹ پر کھڑی زمر کا سانس رک گیا تھا۔ اس کی نگاہیں اسلحے سے ہوتی، فارس کے چہرے تک گئیں، پھر ان میں اترا غم، غصے میں بدلا جبڑے کی رگیں تن گئیں وہ پیچھے ہوئی اور زور سے دروازہ بند کیا۔ اب اسے مزید فریش ہونے کی خواہش نہ تھی۔ وہ تیز تیز چلتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

حنین کے کپڑوں پہ کیک کا ٹکڑا گرا تھا، وہ سیم کو لیے اندر آ گئی۔ کیک کے بعد سب پھر سے بکھر گئے تھے۔ کھانے میں ابھی وقت تھا۔ حنین کو یاد تھا کہ گیسٹ باتھ روم زمر کدھر ہیں۔ داخلی رستے میں سے دروازہ کھلتا اور اندر شیشے کی دیوار کے ساتھ قطار میں بیسن تھے۔

"کچھ لوگوں کے چہرے کو دیکھ کر لگتا ہے ان کو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھڑوں نے کاٹا ہے۔ مگر نوشیرواں بھائی کے بالوں کو دیکھ کر مجھے یہی لگتا ہے۔" رازداری سے گزر کر اندر جاتے شیرو کو دیکھ کر سیم نے تبصرہ کیا۔ حنین کو شدید ہنسی آئی مگر اس نے زور سے سیم کے چٹکی کاٹی۔

"اپنی کمنٹری بند رکھو۔" وہ نل پہ اوپر نیچے ہاتھ مارنے لگی، وہ کھل نہیں رہا تھا۔

چونکہ دروازہ کھلا تھا اور ہر گزرتا شخص دکھائی دے رہا تھا، تب ہی ہاشم نے چوکھٹ پہ رک کر پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے بچو؟"

حنین نے خوشگوار حیرت سے سر اٹھایا۔ وہ ان کو دیکھ کر بالخصوص رکا تھا۔ سب سے ہٹ کر بھی اس سے ملاقات ممکن تھی؟ پھر جھینپ گئی۔

"یہ نل نہیں کھل رہا۔"

"آہستہ سے اس کے نیچے ہاتھ لے کر جاؤ۔" ہاشم نے مسکراتے ہوئے اشارہ کیا۔ حنین نے آہستہ سے نل تلے ہاتھ کیے۔ پانی کی دھار بہہ پڑی۔

"اوہ۔" وہ جھینپ گئی۔ ہاتھ دھو کر ہٹائے۔ دھار غائب۔ آٹومیٹک۔ اسے کیوں بھول گیا؟

سیم اندر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ حنین پیپر ٹاول سے ہاتھ خشک کر کے چوکھٹ تک آئی۔

"تو کیا سبجیکٹس ہیں تمہارے؟" ہاشم نے بات کا آغاز کیا۔

"لٹریچر!" وہ نگاہیں جھکا کر جھینپ کر مسکرائی۔

"اوہ۔۔۔ میں سمجھا شاید۔۔۔" وہ حیران ہوا تھا۔ حنین کے چہرے پہ سایہ گزرا۔ ہاشم نے اسے غور سے دیکھا اور بات بدل دی۔ "تو کیا لٹریچر میں بھی نقل ہو سکتی ہے؟"

"نقل ہر سبجیکٹ میں ہو سکتی ہے مگر آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے نقل کی تھی یا نہیں؟"

"میں یہ کبھی نہیں پوچھتا۔" وہ مسکرایا۔ "مگر یہ ضرور پوچھوں گا کہ تمہارے گلاسز کہاں گئے۔ تم تو چشمش ہوتی تھیں نا۔"

"اتر گئے۔ بھائی نے لیزر کروا دیا تھا۔" اس نے قدرے اعتماد سے ہاشم کو مسکرا کر دیکھا۔

"آپ کو میری عینک یاد ہے، مگر صبح آپ نے پوچھا کون حنین؟" وہ ہلکا پھلکا سا شکوہ کر گئی۔

"کیونکہ میرے جاننے والوں میں دو اور حنین بھی ہیں۔ ایک اپنے نام کے دونوں N کے درمیان آئی لگاتی ہے اور دوسری ڈبل ای تم کیا لگاتی ہو؟"

"ڈبل ای۔"

"گڈ! خیر آتی جاتی رہا کرو سونیا، ممی، سب سے ملتی رہو۔۔۔ یا بھائی سختی کرتا ہے؟" ہاشم نے مسکرا کر پوچھا مگر وہ بہت گہرے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"سونیا اور آپ کی ممی میری عمر کی نہیں ہیں۔ اور بھائی سے اچھا میرے لیے دنیا میں کوئی نہیں ہے۔" وہ بھی مسکرا کر بولی مگر بھائی کا منفی انداز میں ذکر اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ ہاشم مزید کچھ کہتا مگر کان میں کوئی آواز آئی وہ معذرت کرتا آگے بڑھ گیا، پھر کان میں موجود آلہ انگلی سے دبا کر بولا۔

"ہاں خاور بولو؟"

"سر! آپ وہیں رکیے، میں آرہا ہوں۔" خاور لان میں تھا اور ادھر آرہا تھا۔ ہاشم وہیں رک گیا مگر پھر کوئی اور مل گیا تو وہ ان کا حال احوال پوچھنے کھڑا ہو گیا۔ خاور منتظر سا کھڑا رہا۔ وہ فارغ ہو کر اپنے چیف سیکیورٹی آفیسر کی طرف مڑا۔

"کیا ہوا؟" استفسار میں سختی تھی۔

"آپ کو یہ دیکھنا چاہیے۔" خاور نے ٹیبلیٹ آگے کیا۔ اس کی اسکرین پہ پانچ کیمروں کی فوٹیج آرہی تھی۔ خاور نے ایک پہ انگلی رکھ کر اسے بڑا کیا۔ ہاشم نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔ وہ اس کے کمرے کے بند دروازے کا منظر تھا۔ خاور نے اسے تیزی سے ریوائنڈ کیا اور پھر پلے کیا۔

سیڑھیوں سے دو چار لوگ اترتے چڑھتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں ایک سیاہ سوٹ اور گھنگھریالے بالوں والا لڑکا بھی تھا جو سر جھکائے زینے پھلانگتا اوپر گیا۔ ہاشم کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر جا کر دروازہ بند کیا۔

ہاشم کو لگا، اس کے منہ پہ کسی نے دروازہ دے مارا

ہو۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ابھری، مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"یہ کتنی دیر پہلے کی ہے؟"

"تیرہ منٹ!"

اور تیرہ منٹ قبل جب وہ ہاشم کے کمرے میں آیا تھا تو اس نے لیپ ٹاپ میں فلیش لگانے میں تین سیکنڈ بھی نہ لگائے تھے۔ لیپ ٹاپ بند رہا مگر فلیش کی بتی چمکنے لگی۔ اس نے پنجوں کے بل کارپٹ پہ بیٹھے تیزی سے ٹیب کھولا۔

"آپ کی ڈیوائس کا رابطہ ایک ہارڈ ڈرائیو سے ہو چکا ہے۔ کیا آپ تمام ڈیٹا کاپی کرنا چاہیں گے؟"

"بہت خوشی کے ساتھ!" دھڑکتے دل سے اس نے لیس دبایا۔ پاس ورڈ اس نے "سونیا" ٹائپ کیا۔ ہرا سگنل، سعدی نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔

ڈیٹا کاپی ہونے لگا۔ دس فیصد، بیس فیصد۔۔۔ چالیس۔۔۔ وہ بار بار مضطرب نظروں سے بند دروازے کو دیکھتا۔۔۔ پچپن فیصد۔۔۔ ساٹھ۔۔۔

نیچے کھڑے ہاشم نے شعلہ بار نظروں سے خاور کو دیکھا۔

"تیرہ منٹ سے وہ میرے کمرے میں ہے اور تم اب بکواس کر رہے ہو؟" وہ دبا دبا سا گرجا۔ خاور تھوک نگلتے پیچھے ہوا۔

"سر، آپ کسی سے بات کر رہے۔۔۔"

"دو بندوں کو لے کر میری بالکونی پہ جاؤ، میں ادھر سے جاتا ہوں۔" "ساری شائستگی، مہمان نوازی دفعان کر کے وہ تیز تیز زینے تک آیا۔۔۔

"ستر فیصد۔۔۔ تہتر۔۔۔ پچہتر۔" سعدی بے چینی سے انگلیاں مروڑ رہا تھا۔

ہاشم کوٹ کا بٹن کھولتے زینے پھلانگ رہا تھا۔ کسی آندھی طوفان کی طرح۔ وہ جیسے ابھی جا کر سعدی کو گریبان سے دبوچ لینا چاہتا تھا، اس الو کے پٹھے نے "ہاشم بھائی" کو ابھی بہت انڈر ایسٹیمیٹ کیا تھا۔

"پچاسی۔۔۔ نوے۔" سعدی نے فلیش انگلیوں سے پکڑ رکھی تھی، گنتی ختم ہو اور وہ اسے کھینچ لے۔ ماتھے پہ پسینہ تھا۔

ہاشم نے دھاڑ سے دروازہ کھولا۔ غصے سے بھری اس کی نگاہیں آگے پیچھے دوڑیں۔

کمرا خالی تھا۔ سعدی وہاں نہیں تھا۔ البتہ۔۔۔ ہلتا ہوا پردہ بتا رہا تھا، بالکونی کا دروازہ پورا کھلا تھا۔

وہ اندھا دھند باہر بھاگا۔ بالکونی میں بھی وہ نہ تھا۔ وہ تیزی سے بیرونی زینے اترنے لگا۔ اس طرف لان خالی اور نیم اندھیرا تھا۔ خاور اور دو سوٹ پہنے آدمی بھاگتے ہوئے ادھر آرہے تھے۔ ہاشم کا ماتھا بھیگنے لگا۔ وہ کہاں گیا؟

اندر خالی کمرے میں حرکت ہوئی۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر سعدی آہستہ سے نکلا اور اسی آہستگی سے کمرے سے باہر آکر دروازہ بند کر دیا۔

"کیا ہے ہاشم بھائی! کہ آج کل کے بچے تھوڑے سے زیادہ اسمارٹ ہیں۔" کان کھجاتے ہوئے اس نے معصومیت سے خود کلامی کی اور اسی اعتماد سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

داخلی دروازے کے قریب دیوار پہ بہت سے ڈیجیٹل فوٹو فریم آویزاں تھے۔ ان میں تصاویر سلائیڈ شو کی صورت حرکت کر رہی تھیں۔ حنین اور سیم باتیں کرتے ہوئے کافی شوق سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ ہاشم، نوشیرواں وغیرہ کی تصاویر۔ بچپن، یونیورسٹی۔

سعدی ابھی سیڑھیاں اتر کر آیا ہی تھا کہ۔

"ہے سعدی!" نوشیرواں جو جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایک مجسمے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، پکار کر بولا۔

سعدی گھوما۔

وہ عادتاً بغیر کوٹ کے، سنہری شرٹ پہ سیاہ ویسٹ میں ملبوس تھا، اور استہزائیہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"اپنے بہن بھائی کو لے آیا کرو نا کبھی ادھر۔ دیکھو کتنے ایکسائیٹڈ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے شاید ایسی چیزیں پہلے نہیں دیکھی ہیں۔"

سعدی نے ایک نظر دور کھڑے دونوں پہ ڈالی۔

"ہاں، انہوں نے تم جیسی چیزیں کم ہی دیکھی ہیں۔" مگر نوشیرواں نے جیسے نہیں سنا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر ان کا قصور نہیں ہے' غربت اور چھوٹا خاندان' بہت بڑی مصیبت ہے۔" تاسف سے کہتے اس نے سرہلایا۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بھڑک کر تمہارے اوپر حملہ کروں اور تم سب میں میرا تماشا بناؤ تو ایسا نہیں ہو گا۔ میں مہمان ہوں' آداب مہمانی مجھے آتے ہیں۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ مڑ گیا۔ اس کا رخ داخلی دروازے کی سمت تھا۔

"تمہاری بہن کافی بڑی ہو گئی ہے۔" نوشیرواں نے پھر پکارا۔ اب کے حملہ مختلف نوعیت کا تھا۔

سعدی کے قدم زنجیر ہوئے۔ اس نے گردن موڑی۔ آنکھوں میں سرخی ابھری' لب بھنچے' مگر اس سے پہلے کہ وہ جھپٹ کر بھنچی ہوئی مٹھی کو نوشیرواں کے چہرے تک لے کر جاتا۔

"اے۔۔۔ کیا بولا ہے؟ کس کی بہن کی بات کی ہے ہاں؟" فارس برہمی سے بولتا تیز تیز قدم اٹھاتا ادھر آرہا تھا۔ ایسے کہ وہ جو سعدی سے دو انچ لمبا تھا۔ سعدی کے آگے آکر نوشیرواں کی طرف بڑھا۔

نوشیرواں واقعی گڑبڑایا تھا۔ اس نے فارس کو آتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر لاپروائی سے شانے جھٹکے۔

"ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟" وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"بکواس مت کرو۔۔۔ میری بہن کی بیٹی کا نام مت لینا آئندہ۔۔۔ ورنہ ہاتھ پاؤں سلامت نہیں رہیں گے تمہارے۔ بات سمجھ میں آئی یا نہیں' ہاں۔" گھورتے ہوئے انگلی سے اس کے سینے کو دھکیلا۔ تب ہی ہاشم نے آکر تیزی سے دونوں ہاتھوں سے دونوں کو دور کیا۔ وہ ابھی ابھی سیڑھیاں اترتا ادھر آیا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟ کیا ہوا ہے؟" صلح جو انداز میں اس نے فارس کا کندھا تھاما' مگر فارس نے جھٹکے سے چھڑایا اور طیش بھری نگاہوں سے ہاشم کو دیکھا۔

"اپنے بھائی کو سمجھا لو' اس طرح کی بکواس آئندہ کی تو میں زبان سے جواب نہیں دوں گا۔" ارد گرد موجود لوگ دیکھنے لگ گئے تھے۔ دور کھڑے حنین اور سیم بھی متوجہ ہو گئے۔ ماموں اور نوشیرواں مدمقابل تھے۔

"اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں معذرت کرتا ہوں۔۔۔ تم ٹھنڈے ہو جاؤ۔"

کہتے ہوئے وہ بار بار سرد نگاہوں سے سعدی کو بھی دیکھتا۔ فارس "ہونہہ" سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا اور سعدی' ہاشم سے نگاہ ملائے بغیر اپنے بہن' بھائی کی طرف چل دیا۔

"میرا قصور نہیں تھا بھائی۔۔۔ میں نے۔۔۔"

"تم دونوں میرے کمرے میں آؤ۔" ہاشم نے اس سے اور خاور سے سختی سے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ مجھے چکمہ دے کر نکل گیا۔ میری ناک کے نیچے وہ میرے کمرے میں گھسا اور۔۔۔" اس نے غصے سے کہتے کاؤچ کو ٹھوکر ماری۔ خاور کمرے کی ہر شے چیک کر رہا تھا۔ کمروں کے اندر کیمرے نہیں تھے' سو اس کے آنے کا مقصد واضح نہ تھا۔

"مگر وہ اندر کیوں آیا تھا؟" نوشیرواں ہکا بکا رہ گیا' پھر حیرت کی جگہ طیش نے لی۔

"میں اس کو چھوڑوں گا نہیں' اس کی اتنی ہمت۔" وہ غصے سے کھولتا دروازے کی طرف بڑھا۔ ہاشم نے بازو سے پکڑ کر اسے روکا۔

"چپ کرو۔۔۔ فارس اور تم میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اس کی طرح ہر وقت ہاتھ کی زبان مت استعمال کیا کرو۔"

"مگر سر! وہ اندر کیوں آیا تھا؟"

"کچھ لینے آیا تھا یا کچھ رکھنے۔ پورے کمرے کو ڈی بگ کرو' مائیکرو فون' کیمرہ سب ڈھونڈو۔۔۔ اگر وہ جاسوس ہے تو اب تحمل سے تماشا دیکھے گا اور اگر وہ چور ہے اور کچھ چرایا ہے تو سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔" ہاشم تیز تیز چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ ڈسٹرب تھا۔ غصے میں تھا۔ مگر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ جیسے ہی ایگزٹ پہ پہنچے' تم اسے روکو گے۔ مجھے ایسے مت دیکھو۔ جو کہہ رہا ہوں' وہ کرو۔" خاور کو جھڑک کر وہ کہنے لگا۔

"اور ڈی اے؟"

"بھاڑ میں گئی ڈی اے۔"

وہ باہر آیا تو فیتونا ٹرے اٹھائے جا رہی تھی۔

"میری اینجیو Angio سے نیکلس لے کر ممی نے کہاں پھینکا تھا؟" وہ اس کا راستہ روک کر بولا۔ فیتونا یکدم رک گئی۔

"اسی گملے میں' کسی نوکر کی ہمت نہیں ہوئی کہ۔۔۔"

"میرا ایک کام کرو۔" وہ جلدی جلدی اسے سمجھا رہا تھا۔ فیتونا سرہلاتی الرٹ سی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی' جس پہ پسینہ تھا اور رنگ بھی زرد تھا۔ ہاشم ٹھیک نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

ہم گھوم پھر کے کوچہ قاتل سے آئے ہیں

"بس اب گھر جا رہے ہیں۔" دونوں کو ساتھ لے کر لان کی طرف جاتے سعدی نے بتایا۔ تب ہی پیچھے آتی ملازمہ اس سے ٹکرا گئی۔ ٹرے گری' برتن بکھر گئے۔

"آئی ایم سوری۔۔۔ سوری۔۔۔ پلیز۔" فیتونا بوکھلاتے ہوئے معذرت کرتی برتن سمیٹنے لگی۔ سعدی نے "اٹس اوکے" کہہ کر کوٹ ذرا سا جھاڑا اور آگے بڑھ گیا۔

"ابھی چلے جائیں؟ مگر ابھی تو کھانا بھی نہیں لگا؟" حنین نے لان میں اپنی میز تک آکر دبا دبا سا احتجاج کیا۔ سیم خاموش رہا' وہ دونوں وجہ سے لاعلم تھے' مگر لاؤنج کا جھگڑا دیکھ چکے تھے۔

"کھانا کسی اچھے ریسٹورنٹ سے کھائیں گے۔ بس چلو یہاں سے۔" سعدی نے زمر کو دیکھا۔ وہ اکیلی کھڑی تھی اور وہ جلد بھلا دینے والوں میں سے کبھی نہیں تھی۔ سو "فوراً" راضی ہو گئی۔ وہ اس ماحول سے فرار چاہتی تھی۔

"ہاں چلو۔۔۔ بڑے ابا نے بھی جلد آنے کو کہا تھا۔" جواہرات سے اسی نے اجازت لی۔ اس کے اصرار اور حیرت کے باوجود۔ وہ واپس آئی اور چلنے کا اشارہ کیا۔ برآمدے کی سیڑھیوں پہ کھڑا ہاشم ان ہی کو دیکھ رہا تھا۔ کان کا آلہ انگلی سے دبایا۔ "اس کو بغیر تلاشی کے مت جانے دینا۔" وہ دھیرے سے بولا تھا۔

"راجر سر!" ایگزٹ پہ سوٹڈ بوٹڈ کھڑے خاور نے سن کر سرہلایا' پھر ان کی طرف مڑا جو زمر کے پیچھے چلے آرہے تھے۔ زمر سنجیدگی سے آگے بڑھ جاتی' مگر خاور نے کھنکھار کر متوجہ کیا۔

"میم۔۔۔ سر۔۔۔ ذرا زحمت ہو گی آپ کو۔۔۔ پلیز۔۔۔" زمر نے چونک کر اسے دیکھا۔ سعدی کا حلق خشک ہوا' گڑبڑ۔۔۔

"کیا ہوا؟"

"دراصل۔۔۔ مسز جواہرات کا نیکلیس چوری ہو گیا ہے اور۔۔۔" خاور کی سمجھ میں نہیں آیا وہ ڈی اے (ڈسٹرکٹ اٹارنی) سے کیا کہے' مگر ڈی اے کو ادھورے فقرے سمجھنے میں دیر نہیں لگتی تھی۔

"اچھا۔۔۔ مسز جواہرات کا نیکلیس چوری ہوا ہے اور اب آپ ہماری تلاشی لینا چاہتے ہیں؟"

"نہیں میم۔۔۔ دراصل۔۔۔ جو لوگ گھر کے اندر گئے تھے' ان کو۔۔۔"

"مگر ہم تو ہاتھ دھونے گئے تھے۔" حنین نے ایک دم روہانسی ہو کر کہا۔ خاور نے بات سنبھالنی چاہی' مگر زمر کے تو سر پہ لگ چکی تھی۔

"اچھا! آپ کا مطلب ہے کہ میرے بچے چور ہیں؟"

"میم۔۔۔ سعدی صاحب اندر گئے تھے تو میرے پاس فون آیا۔۔۔"

"ایک منٹ پہلے حنین اور سیم چور تھے۔ اب سعدی ہو گیا اور اگلے منٹ میں' میں ہوں گی؟ اور اب آپ یہاں ہمیں چوروں کی طرح لائن میں کھڑا کر کے ہماری تلاشی لینا چاہتے ہیں؟" وہ سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔۔۔ آپ کی نہیں۔"

"میری فیملی کے بچے ہیں یہ۔۔۔ ان کی تلاشی لینے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے پہلے آپ کو میری تلاشی لینا ہوگی۔ مگر اس اندھیرے کونے میں نہیں' وہاں ان ڈھائی سو مہمانوں کے سامنے دوں گی میں تلاشی' تاکہ ان کو بھی پتا چلے کہ آپ لوگ عزت سے بلا کر عزت سے کیسے رخصت کرتے ہیں۔" صورت حال بگڑ گئی تھی۔

ہاشم اچنبھے سے ان کو دیکھتا اس طرف آرہا تھا۔

"زمر۔۔۔! سعدی۔۔۔! کھانا لگنے والا ہے۔ آپ لوگ اتنی جلدی کیسے جارہے ہیں؟" زمر نے چہرہ گھما کر تیکھی نظروں سے ہاشم کو دیکھا۔

"میں بہت زیادہ سراہوں گی اس بات کو ہاشم! اگر آپ اپنی اداکاری پس پشت ڈال دیں' کیونکہ میں نہیں مان سکتی کہ آپ کا گارڈ آپ کے کہے بغیر ہمیں یوں روک سکتا ہے۔"

"مگر۔۔۔ کیا ہوا ہے؟ خاور؟" ہاشم نے حیرت اور الجھن سے خاور کو دیکھا جو نفی میں سرہلاتا کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔

"آپ کی ممی کا نیکلیس چوری ہوا ہے۔ ہماری تلاشی لینی ہے۔" حنین نے بے بسی سے کہا۔

"تلاشی۔۔۔ واٹ؟" ہاشم نے بے یقینی سے خاور کو دیکھا۔ سعدی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اب قدرے اطمینان سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ خاور اس کے مکرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ گڑبڑا گیا۔

"سر! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"یہ میرے مہمان ہیں خاور!" وہ دبا دبا سا اس پہ برسا۔ زمر نے سر جھٹکا۔

"اپنی وضاحتیں محفوظ رکھیں ہاشم! آپ میرے بھتیجے کو فارس کا بھانجا ہونے کی سزا نہیں دے سکتے۔"

سعدی نے چونک کر اسے دیکھا اور ہاشم نے بھی۔ زمر نے اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی۔

"نہ میں آج پیدا ہوئی ہوں' نہ آپ۔۔۔ سعدی' فارس کے لیے کوشش کررہا تھا۔ سو جب وہ رہا ہوا تو اتنے عرصے بعد آپ کو سعدی کو انوائٹ کرنے کا خیال آگیا۔ آپ کو جاننا تھا کہ فارس کیسے رہا ہوا یا پھر سعدی کو اس بات کی سزا دینی تھی' مقصد جو بھی تھا' آپ میرے بھتیجے کو یوں بے عزت نہیں کرسکتے۔ آپ کے اور فارس کے خاندانی جھگڑوں سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔"

"میری بالکل سمجھ میں نہیں آرہا' یہ سب کیا ہورہا ہے۔ آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"میں کچھ نہیں سمجھ رہی ہوں' چلو۔"

زمر کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ حنین اور سیم جھٹ پیچھے ہولیے۔ سعدی آخر میں نکلا اور پھر مڑ کر ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم بالکل بدلی ہوئی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ سعدی جلدی سے پلٹ گیا۔

"سر۔۔۔!" خاور نے بے بسی سے اسے جاتے دیکھا جو یقیناً کچھ لے کر گیا تھا۔

"جانے دو اسے۔ آج جانے دو۔" وہ کڑواہٹ سے کہتا پلٹ گیا۔ پیچھے کھڑے نوشیرواں نے تلملاہٹ سے یہ سب دیکھا تھا۔

"آپ اس کی پھپھو سے ڈر گئے؟ اس کو کیوں جانے دیا؟"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ آگے موقع آئے گا۔"

"اور اس کو بتایا کیوں نہیں کہ اس کی بہن نے صبح کیسے آپ سے مدد مانگی تھی؟" نوشیرواں اس کے ساتھ چلتا کھولن سے کہہ رہا تھا۔ اس کے دل میں سعدی کی رقابت کے انگارے دہکنا کم نہیں ہوئے تھے۔

"بتاؤں گا' جب اس کے منہ پہ تھپڑ مارنا ہوگا تب بتاؤں گا۔" وہ تلخی سے بڑبڑاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

"مگر بھائی۔۔۔"

"مہمانوں سے بھرا پڑا ہے گھر' میں کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتا ابھی۔" اس نے ساری بات ہی ختم کردی۔ نوشیرواں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

اپنے ہی ہوتے ہیں جو دل پہ وار کرتے ہیں محسن
غیروں کو کیا خبر دل کس بات پہ دکھتا ہے

سڑک تاریک تھی۔ مگر سنسان نہیں۔ ٹریفک چل

رہا تھا۔ سعدی خاموشی سے ڈرائیو کررہا تھا اور سیم پچھلی سیٹ پہ آنکھیں موندے پڑا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ ہاشم اس حد تک جاسکتا ہے۔" زمر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی تلخی سے بولی تھی۔ بھنویں ابھی تک ناراضی سے بھنچی تھیں۔

"پھپھو۔۔۔ ان کے گارڈ کی غلطی پہ ان کو بلیم مت کریں۔ اس سب میں ہاشم بھائی کا کوئی قصور نہیں ہے۔" پیچھے بیٹھی حنین تیزی سے آگے ہوئی۔

"حنین! ملازم' مالک کے اشارے کے بغیر اتنا بڑا کام نہیں کیا کرتے اور ہاشم کے ملازم تو کبھی بھی نہیں۔"

"پھپھو ٹھیک کہہ رہی ہیں' ہاشم بھائی ہمیں بے عزت کرنا چاہتے تھے۔" سعدی نے کہتے ہوئے کار روکی۔

"میرا ریسٹورنٹ جانے کا دل نہیں ہے سعدی! کچھ ٹیک اوے کرلیتے ہیں۔" زمر اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔

سعدی نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے حنین کو اشارہ کیا کہ وہ پچھلی سیٹ پہ پڑے اس کے کوٹ سے والٹ نکال دے۔ ادھر حنین نے کوٹ اٹھایا' ادھر زمر نے پرس کھولا۔

"پھپھو! میں دے رہا ہوں نا۔" سعدی خفا ہوا۔

"ایک ہی بات ہے۔"

"پرس بند کریں پھپھو! میں دے رہا ہوں۔ حنین! والٹ دو میرا!" اب کے سعدی کو درشتی سے کہنا پڑا' کیونکہ حنین والٹ نہیں دے رہی تھی۔ حنین نے والٹ نکالا بھی نہیں تھا۔ اس نے کچھ اور نکالا تھا۔

کسی احساس کے تحت زمر اور سعدی نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دو انگلیوں میں جگمگاتا نیکلیس اٹھائے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ زمر کی نگاہیں وہیں ٹھہر گئیں۔ سانس رک گیا اور سعدی کو تو اپنے اردگرد ہر آواز آنا بند ہوچکی تھی۔

"یہ۔۔۔ کوٹ میں تھا۔۔۔" حنین نے الجھن و پریشانی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"یہ مسز کاردار کا ہے۔ میں اسے پہچانتی ہوں۔" سرد آواز میں وہ بولی اور ان ہی برفیلی نظروں سے سعدی کو دیکھا۔

"یہ ادھر کیسے۔۔۔؟" اور تب ہی حیران' پریشان سعدی یوسف نے چونک کر زمر کے تاثرات دیکھے۔

"نہیں پھپھو! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"سعدی! گاڑی چلاؤ۔" وہ سیدھی ہوگئی۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"پھپھو! آپ کو لگتا ہے کہ یہ میں نے چرایا ہے؟ میں چور ہوں؟" ہکا بکا سعدی کا تو جیسے دل ہی ٹوٹ گیا۔

"سعدی! گاڑی چلاؤ۔"

"یہ ہاشم نے مجھ پہ پلانٹ کیا ہے۔ اس نے مجھے سیٹ اپ کیا ہے۔ میں آپ کو سب بتاؤں گا' مگر مجھ پہ اعتبار تو کریں۔"

"اعتبار؟" زمر نے دکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "اور اگر وہاں تمہاری تلاشی لی جاتی اور یہ تمہارے پاس سے نکلتا تو کیا میں اس شہر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہتی سعدی؟ میں نے تمہیں یہ سب نہیں سکھایا تھا۔ تم وہ سعدی نہیں ہو جس کو میں جانتی تھی۔"

سعدی نے بے بسی سے اسٹیرنگ پہ ہاتھ مارا۔

"میں نے اگر یہ چرایا ہوتا تو کیا کوٹ اتار کر یوں پھینک دیتا؟ میں ایسا کرسکتا ہوں کیا؟"

"بھائی چوری نہیں کرسکتا۔ کبھی بھی نہیں۔ یہ کسی نے بھائی کی جیب میں ڈالا ہوگا۔" حنین سے مزید برداشت نہیں ہوا تھا۔

"کسی نے نہیں' ہاشم نے' یہ سب اس کا کیا دھرا ہے۔"

"سعدی! مجھے گھر ڈراپ کردو' ابھی اور اسی وقت۔" وہ رخ موڑ کر شیشے کے پار دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب کہ آپ کو ڈراپ کردوں؟ آپ مجھے اتنے کرائسز میں یوں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں زمر۔"

جذبات کی انتہا تھی کہ اس کے لبوں سے "زمر" نکلا۔ وہ جو اکیس برس "زمر" رہی تھی اور پچھلے چار سال کی سرد مہری کی دیوار کے بعد "پھپھو" بنی تھی۔ اس کو یہ لفظ چابک کی طرح لگا۔ بہت تڑپ کر اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلگتی نظروں سے سعدی کا چہرہ دیکھا۔

"اور میرے کرائمز میں تم میرے ساتھ تھے؟ یہ تو ایک چوری ہے، تم اچھا وکیل کرلو تو دنیا کی کسی بھی عدالت میں خود کو بے گناہ ثابت کروالو گے، یہ کرائمز نہیں ہے۔ کرائمز وہ تھا جس میں تم مجھے چھوڑ کر گئے تھے۔ تمہیں پتا ہے سعدی! جب کسی کی کمر چیر کر گردہ نکالا جائے تو کیسی تکلیف ہوتی ہے؟ تم کبھی بھی وہ تکلیف نہیں سمجھ سکتے اور بات کرتے ہو کرائمز کی؟"

سعدی بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ حنین کو لگا وہ نیلا پڑ جائے گا۔ مگر وہ نہیں پڑا۔ ہر زہر نیلا نہیں کرتا۔

"آپ نے آج کہہ ہی دیا۔"

زمر نے سر جھٹک کر رخ موڑ لیا۔ اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ پڑ رہی تھیں۔

"ڈراپ می!" اس کو دیکھے بنا دو لفظ بولے۔ حنین بس اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سر ہلا کر کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔ میں آپ کے پاس نہیں تھا۔ میرا ٹیسٹ تھا پھپھو! اور میں فیل نہیں ہونا چاہتا تھا۔" حنین کو لگا، سعدی کی آنکھوں میں آنسو ہیں یا شاید اس کی اپنی آنکھیں نم تھیں۔ وہ دل گرفتہ سی پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"اٹس اوکے۔ مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

زمر نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ گھر آیا تو وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر گئی اور امی البتہ اتنی خاموشی سے آکر نہیں بیٹھی تھیں۔ ان کے پاس سوال تھے کیا رہا؟ کون کون ملا، کھانے میں کیا تھا؟ مگر حنین اور سعدی کے پاس ان کے جواب نہ تھے۔

سعدی نے حنین کو پہلے ہی کچھ بتانے سے منع کر دیا تھا کہ امی دل کی مریض تھیں۔

سیم دنیا و مافیہا سے بے خبر نیم دراز سو رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ان کے جلووں کو زندگی کہہ کر
اپنی نظر کا وقار کھو بیٹھے

کنٹرول روم میں اندھیرا تھا۔ صرف بڑی اسکرینز کی روشنیاں ان کے چہروں کو چمکا رہی تھیں۔ ہاشم ٹانگ پہ ٹانگ جمائے، مٹھی لبوں پہ رکھے، پارٹی کی فوٹیج دیکھ رہا تھا۔ نوشیرواں جیبوں میں ہاتھ ڈالے دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اور جواہرات بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔

خاور کنٹرول پہ بٹن دباتا ویڈیوز آگے پیچھے کر رہا تھا۔

"سارا گھر ڈی بگ کروالیا ہے، اس نے کچھ نہیں رکھا۔ میں تو یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تمہاری پوری فوج کی موجودگی میں وہ ہاشم کے کمرے میں داخل کیسے ہوا؟" وہ ضبط کھو کر خاور پہ برس پڑی۔

"اس نے کچھ نہیں رکھا، وہ کچھ لے کر گیا ہے۔" ہاشم غور سے اسکرین کو دیکھتے ہوئے۔

"اور ڈی اے اس کے ساتھ ملی ہوئی تھی؟"

نوشیرواں کو اپنے علاوہ ہر ایک پہ شک تھا۔

"ناممکن۔" پھر ایک دم ہاشم سیدھا ہوا۔

"اسے۔ اسے پیچھے کرو۔"

خاور نے ریوائنڈ کیا۔ کیک ٹیبل پہ شہرین کیک کاٹ رہی تھی۔ پھر اس نے سونیا کی پلیٹ سے دل نکال کر ایک ڈش پہ رکھا، اب وہ فینونا سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر فینونا ڈش اٹھائے سعدی کی ٹیبل تک گئی۔ نظروں کے تبادلے۔ ہاشم کے لب بھنچ گئے۔

"یہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟" جواہرات کو حیرت ہوئی۔ حالانکہ وہ اس کے سامنے کئی دفعہ ملے تھے۔

"وہ اتنے سال میری بیوی رہی ہے اور سعدی، فارس کا بھانجا ہے۔ وہ یقیناً ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔" ہاشم اکتا کر بولا، نگاہیں ابھی تک ان پہ تھیں۔

"اس دل پہ سونیا لکھا ہوا تھا نا؟ اس نے یہ سعدی کو کیوں بھجوایا؟"

"یوں ہی مہمان نوازی کر رہی ہوگی۔" نوشیرواں نے حمایت کرنے کی سعی کی، جواہرات نے خاموشی سے اسے گھورا۔ وہ چپ ہو گیا۔

ہاشم ایک دم اٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ بمشکل ایک منٹ بعد وہ اسی طرح واپس آیا۔

"خاور! باہر جاؤ۔" حکم سے کہا تو خاور فوراً باہر نکل گیا۔

"میرا لیپ ٹاپ باہر کیوں نکلا پڑا ہے۔ کس نے نکالا تھا؟" پھر اس نے چونک کر نوشیرواں کو دیکھا۔

"تمہیں میرا پاس ورڈ کیوں چاہیے تھا؟"

"وہ۔۔۔ شہری کو آپ کے ہنی مون کی پکچرز۔۔۔"

"تم نے اس کے سامنے میرا پاس ورڈ ڈالا؟" وہ غیض و غضب سے غراتا اس کے سر پہ پہنچا۔۔۔ نوشیرواں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"جی مگر۔۔۔"

"اس مطلب پرست عورت کے پاس سب تصویریں ہیں، اس نے تمہیں استعمال کیا میرا پاس ورڈ لینے کے لیے اور یہ۔۔۔ یہ تمہاری شہری نے اس گھٹیا آدمی کو میرا پاس ورڈ دے دیا۔۔۔ یہ۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں چلاتا اسکرین کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ شہری ایسے نہیں کر سکتی۔" نوشیرواں شاکڈ تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے۔ کیوں چھوڑا تھا میں نے اسے؟ وہ ایک مطلب پرست عورت ہے۔ مکار اور خودغرض۔۔۔ اس نے سعدی کے لیے تمہیں استعمال کیا اور اس نے پتا نہیں میرا کمپیوٹر کھول کر کیا، کیا دیکھا ہوگا۔" ہاشم کا سر چکرا کر رہ گیا۔

"شہری ایسے نہیں کر سکتی بھائی! آپ کو۔۔۔"

"بکواس بند کرو!" ہاشم نے اسے گریبان سے پکڑ کر دیوار سے لگایا اور سرخ پڑتی آنکھیں اس کی ششدر آنکھوں میں گویا گاڑ کر بولا۔ "میں نے اگر کسی چیز کو اگنور کیا ہے تو اس لیے کہ شاید تمہیں خود ہی عقل آجائے۔ وہ تم سے شادی کرے یا کسی سے بھی، مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا، لیکن اچھا ہوگا اگر تم خود اس بیوقوفوں کی جنت سے باہر نکل آؤ۔"

جھٹکے سے اس نے دم بخود کھڑے نوشیرواں کا گریبان چھوڑا، پھر بالوں میں ہاتھ پھیرتا، چلتا ہوا خود کو پرسکون کرنے لگا۔ جواہرات اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی۔

"وہ جانتی ہے ہم اسے پسند کرتے ہو۔" اب کے وہ بولا تو لہجہ نسبتاً نرم تھا۔ "اور وہ اتنی خودغرض ہے کہ تمہیں دھوکا دینے میں اس نے لمحہ نہیں لگایا اور وہ بھی اس سعدی کے لیے۔ پتا نہیں اس نے تیرہ چودہ منٹ میں کیا، کیا دیکھا ہوگا؟" وہ تھک ہار کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جواہرات نے احتیاط سے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"تم نے۔۔۔ اتنے اہم ڈاکومنٹس لیپ ٹاپ میں کیوں رکھے تھے؟"

"اچھا اب میں اپنی رگوں سے خون بھی نکال لوں اس ڈر سے کہ کوئی خنجر نہ گھونپ دے؟ اور بہت کم ڈاکومنٹس ہیں لیپ ٹاپ میں اور وہ بھی سیکورٹی کی تہوں میں۔"

نوشیرواں نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ اسے یقین آگیا تھا اور اسی لیے اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ جواہرات نے اس کی کہنی کو نرمی سے چھوا۔

"اس سب میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ دس، پندرہ منٹ میں وہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا۔"

ہاشم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "یہ تمہاری غلطی نہیں ہے شیرو! جاؤ جا کر سو جاؤ اور رہی شہرین تو تم اس سے کوئی رشتہ جوڑنا چاہتے ہو تو جوڑ لو، مجھے کوئی اعتراض نہیں، بس سوچ سمجھ کر کرنا جو بھی کرنا۔ جاؤ۔۔۔ شاباش، آرام کرو۔"

وہ بڑے بھائی سے باپ بننے میں دیر نہیں لگاتا تھا۔

"سوری بھائی۔" اس سے نگاہ ملائے بغیر شیرو نے بہت سی باتوں کی معذرت ایک ساتھ کی اور کمرے سے نکل گیا۔ جواہرات حیران نظروں سے ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو کیا لگا تھا؟ میں نہیں جانتا؟"

"مجھے یہ لگ رہا ہے کہ شاید میں ہی تمہیں نہیں جانتی۔" وہ ستے ہوئے چہرے کے ساتھ مسکرائی، پھر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دبایا۔

"وہ کل کا بچہ۔۔۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ اور اگر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ کیا بھی تو میرے پاس اس کا حل ہے۔ جاؤ چینج کرو اور سوجاؤ۔"

ہاشم نے آہستہ سے اثبات میں سرہلایا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔

"تم حساب دو گے سعدی۔"

☆ ☆ ☆

وقت کی اپنی عدالت بھی ہوا کرتی ہے
آج اس شہر میں قانون تمہارا ہی سہی

اور درد تو سعدی کے سر میں بھی ہو رہا تھا۔ مگر اس کو محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اندھیرے کمرے میں اس کا صرف لیپ ٹاپ آن تھا اور وہ آنکھیں سکیڑے ایک کے بعد ایک فائل کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سب کوڈڈ تھا۔

جواہرات کے طنز' نوشیرواں کا پتھر' ہاشم کا جال اور زمر کی باتیں' سب اس کے ذہن میں مکس اپ ہو رہا تھا' مگر وہ ہر شے کو جھٹک کر صرف اپنی فلیش کی طرف متوجہ تھا جو بروقت "سوفیصد" کاپی کر چکی تھی۔ مگر اندر موجود فائلز کو ڈکرنے میں بہت وقت درکار تھا۔

"آپ حساب دیں گے ہاشم بھائی۔ میرے خاندان کو تباہ کرنے کا حساب آپ ضرور دیں گے۔" وہ خود سے بولا تو آنکھوں میں کرب اتر آیا۔

☆ ☆ ☆

سب نے ملائے ہاتھ یہاں تیرگی کے ساتھ
کتنا برانداز ہوا روشنی کے ساتھ

اتوار کو سوائے سورج کے' سب کچھ ہی سستی سے طلوع ہوا تھا۔ زمر فجر کے بعد سوئی تو پھر دیر سے اٹھی اور اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ گھنگھریالے بال ہاتھوں سے سمیٹتے۔ وہ سرہانے پڑے فون کی طرف متوجہ ہوئی جو بجے جارہا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے کال لے لی۔

"کہیے ہاشم!"

وہ جو اپنے گھر کے اندرونی جم میں ٹریڈ مل پہ بھاگ رہا تھا۔ بے اختیار رکا ہینڈز فری کان میں پکا کیا اور تولیے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے بولا۔

"میں اپنے ملازم کی بے وقوفی پہ معذرت کرنا چاہتا ہوں۔ جو ہوا اس میں میرا قصور نہیں تھا۔"

زمر کی آنکھیں پھر سے جلنے لگیں۔ سعدی کا آخری چہرہ یاد آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس کو بالا تھا' بڑا کیا تھا' اس کو دکھ میں دیکھ کر دکھ بڑھ جاتا تھا' ایک غلطی پہ اتنا تو نہ سناتی۔

وہ خاموش رہی۔

ہاشم نے تولیے سے گردن کی پشت رگڑتے ہوئے دوبارہ کہا۔ "اور میں کسی بھی ایسے واقعے کی وجہ سے اپنے اور آپ کے ورکنگ ریلیشن شپ کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

پھر جوس کی بوتل اٹھائی اور منہ سے لگائی۔ تمتماتے چہرے پہ تناؤ تھا' احتیاط تھی۔

زمر نے پیر بیڈ سے اتارے' فون کندھے اور کان کے درمیان رکھا' پونی میں بال جکڑے۔

"میرا اور آپ کا ورکنگ ریلیشن شپ ون ٹو تھری پہ مبنی ہے ہاشم!" ون' ہم ایک دوسرے کو اچھے سے جانتے ہیں۔ ٹو' ہم ایک دوسرے کو بالکل پسند نہیں کرتے اور تھری' اس سب کے باوجود ہم بہت عزت سے ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔ سو اس تعلق کو قائم رکھنے کے لیے بہتر ہے کہ ہم ظاہر کریں کل کچھ بھی نہیں ہوا۔" چپل پہن کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"درست!" وہ ذرا سا مسکرایا۔

"مسز جواہرات کا نیکلس مل گیا؟" اس نے ذرا ٹھہر کر پوچھا۔

اور ہاشم کی آنکھوں میں بہت کچھ سمجھتی ہوئی مسکراہٹ اتری۔

"میری طرف سے وہ نیکلس جہنم میں جائے۔"

"گڈ۔" زمر نے فون بند کیا تو وہ مسکراتے ہوئے مڑا۔ نوشیرواں جم میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ رات والے لباس میں تھا۔ بکھرا' مضمحل' جبکہ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس ہاشم کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ ایک

پرسکون نیند کے بعد جاگا ہے۔

"بھائی! مجھے معاف کردیں۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔" وہ قریب آیا تو اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ ہاشم نے ہینڈز فری کان سے نکالتے ہوئے نرمی سے اسے دیکھا۔

"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ شہری نے تمہیں یوز (استعمال) کیا ہے۔"

یہ نام سن کر نوشیرواں کی آنکھوں میں ملال ابھرا۔ اس کی چوٹ "صدمے" سے "غم" کے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اس سے اگلا مرحلہ غصہ اور پھر انتقام تھا۔

"وہ مجھے یوں ایکسپلائٹ کرے گی' میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔" وہ ایک دن میں جمع تعظیم کے صیغے سے واحد غیر تعظیم پہ گرادی گئی تھی۔

"یہ بات تمہیں مجھ سے نہیں' اس سے کہنی چاہیے۔ میں سونیا کو ڈراپ کرنے ادھر جارہا ہوں۔ چینج کرو اور میرے ساتھ آؤ۔" ہاشم نے اس کا کندھا تھپکا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر بڑے بھائی کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

"اور وہ سعدی' اس کی کیا سزا ہوگی؟"

"اس کی سزا شروع ہو چکی ہے۔ وہ پکڑا گیا ہے۔ زمر نے نیکلس اس کی جیب سے برآمد کرلیا ہے۔ ابھی کال کی تھی اس کو۔"

"ڈی اے ڈسٹرک اٹانی نے خود بتایا؟" وہ حیران ہوا۔

"اس کے لہجے نے بتایا۔ یعنی کہ سعدی اپنا اعتماد کھو چکا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔" نوشیرواں کے شانے کو تھپتھپا کر وہ آگے بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

خوشی کی بات نہیں ہے کوئی فسانے میں
وگرنہ عذر نہ تھا آپ کو سنانے میں

زمر کال ختم کرکے باہر آئی تو بڑے ابا لاؤنج میں اخبار پڑھ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے سامنے والے صوفے پہ آ بیٹھی۔ بڑے ابا نے عینک کے اوپر سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں اور ناک گلابی پڑ رہی تھی۔ صداقت نے چائے لاکر رکھی تو وہ سر جھکائے چینی ملانے لگی۔

"پارٹی کیسی رہی؟ تم رات بنا بات کیے اندر چلی گئی تھیں"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ کے پوتے یا پوتی نے سویرے ہی فون کرکے ساری بات نہیں بتائی؟" اس کی آواز بھاری تھی۔ شاید وہ رات کو روئی تھی۔ وہ کسی کے سامنے نہیں روتی تھی۔ وہ مضبوط تھی۔ بڑے ابا کو ہر مضبوط انسان پہ اب ترس آتا تھا۔

"حنین نے بتایا ہے سب' مگر میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

زمر کپ لبوں سے لگا کر ٹی وی کی سمت دیکھنے لگی۔ اس کا رنگین شو رجاری تھا۔ لاؤنج میں پھر بھی خاموشی محسوس ہوتی تھی۔ دونوں منتظر تھے۔ پھر وہی بول اٹھی۔

"اس کو پیسے چاہیے تھے تو مجھ سے مانگتا' کوئی مسئلہ تھا تو مجھے بتاتا... مگر..." شدت ضبط سے آنکھوں میں گلابی لکیریں ابھرنے لگیں۔

"تمہیں لگتا ہے' اس نے چوری کی ہے؟"

"وہ نیکلیس اس کے پاس سے ملا ہے۔ وہ اندر کمروں میں بھی گیا تھا' وہ اسی لیے آنے پہ راضی ہوا تھا کہ پارٹی گھر پہ ہے' ورنہ پہلے صاف انکار کردیا تھا۔ مجھے اس کے بعد کیا لگنا چاہیے' سوائے اس کے کہ اس نے مجھے دھوکا دیا۔"

بڑے ابا تھک کر اثبات میں سرہلانے لگے۔ "ہاں وہ بڑا ہو گیا ہے' دھوکے دینے لگ گیا ہے۔ فریب کار بن گیا ہے۔ ایسا ہی ہے بالکل۔"

زمر کے دل پہ کسی نے پیر رکھ دیا۔ "فریبی؟ اور سعدی؟" کچھ اندر تڑپا تھا۔

"ایسے مت کہیں' طنز میں بھی نہیں۔"

"نہیں... طنز نہیں' سچ ہے یہ' وہ کتنے آرام سے سب کو دھوکا دے دیتا ہے نا اور تمہیں تو پہلی دفعہ دھوکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں دیا اس نے۔"

وہ جو دو انگلیوں سے کنپٹی مسل رہی تھی۔ چونک کر ان کو دیکھنے لگی۔

"کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ؟"

"وہ دھوکے باز ہے' اس سے فریب کی ہی توقع کرو زمر!" ان کی آواز بلند ہونے لگی۔ الفاظ کی نسبت لہجہ مختلف تھا۔ عجیب تھا' چونکا دینے والا تھا۔

"مت کہیں' کچھ مت کہیں۔" اور وہ متوحش ہو کر ان کو روکنا چاہتی تھی۔ وہ کچھ نہیں سننا چاہتی تھی۔

"تم نے اس سے کہا۔ وہ تمہاری تکلیف نہیں سمجھ سکتا' ظاہر ہے' وہ کیسے سمجھ سکتا ہے' اس نے تو تب بھی تمہیں دھوکا ہی دیا تھا۔"

زمر کے لب ادھ کھلے رہ گئے۔ ٹوٹے کانچ سے اس کا دل زخمی کیا جا رہا تھا۔ بڑے ابا اپنی جگہ سے آگے ہوئے' ذرا جھکے' زمر کی آنکھوں میں جھانک کر کہنے لگے۔

"یاد ہے وہ یورپین عورت جس نے تمہیں گردہ دیا تھا؟"

زمر نے سر بھی اثبات میں نہ ہلایا۔ وہ بس ان کو دیکھ رہی تھی۔

"زمر! اس عورت نے گردہ نہیں دیا تھا۔ تمہیں وہ گردہ سعدی نے دیا تھا۔"

وہ ایک دم کھڑی ہوئی۔۔۔ پھر مڑی' کھڑکی کے پٹ زور سے دھکیلے۔ تازہ ہوا میں دمے کی مریض کی طرح منہ کھول کر' آنکھیں بند کر کے سانس لینے کی کوشش کی۔

"وہ لڑکا کتنا جھوٹا ہے نا' اس نے تم سے جھوٹ بولا' دھوکا دیا' سب اس نے پلان کیا تھا۔ اس کا خون' گردہ' سب تمہارے جیسا تھا۔ مگر دل تم سے بڑا تھا۔ وہ کہتا تھا' یہ میرا ٹیسٹ ہے' میں تیمارداری کر کے نمبر بنا لوں یا پڑھائی کے بہانے' نظروں سے غائب ہو کر' اپنا فرض ادا کروں اور اگر برا بنتا ہوں تو بن جاؤں' مگر اس ٹیسٹ میں فیل نہیں ہونا چاہیے مجھے۔ کمر کو کاٹ کر گردہ نکالنے کی تکلیف کیا ہوتی ہے۔ زمر! اس کو پتا ہے۔ وہ لڑکا آج ایک گردے پہ ہے۔ وہ چار سال سے ایک گردے پہ ہے۔ جب تم ہسپتال میں تھیں تو وہ بھی قریبی کمرے میں ایڈمٹ تھا۔ مگر اسے تو ہمدردی بھی نہیں ملی۔ وہ چار سال سے خاموشی سے تمہاری سرد مہری برداشت کرتا آ رہا ہے اور تم کہتی ہو وہ تمہاری تکلیف نہیں سمجھتا؟"

اس نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اس کا رنگ سفید پڑ رہا تھا۔ شاید اب وہ نیلی پڑنے والی تھی۔ صرف دمے سے ہی رنگ نیلا نہیں پڑا کرتا۔

"مجھے۔۔۔ کیوں نہیں بتایا؟" رک رک کر الفاظ نکلے۔ اس سے سانس نہیں لیا جا رہا تھا۔ وہ کھڑکی کو پکڑے کھڑی تھی۔ گھٹن سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

"بہت خوددار ہے میرا بیٹا' زمر! میں نے کتنی منت کی تھی اس کی۔ مگر وہ کہتا تھا۔ اگر پھپھو کو پتا چلا کہ میرا گردہ ہے تو وہ کبھی نہیں لیں گی۔ پھپھو مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں' میں ان کا بھائی بھی ہوں' دوست بھی' بیٹا بھی' مجھے تکلیف سے نہیں گزار سکتیں۔ ایسے وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی۔ میں آج بھی نہ بتاتا اگر تم رات اس کو یہ نہ جتاتیں۔"

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ گردہ کی تکلیف زیادہ بڑی تھی یا دل کٹنے کی؟ اس سوال کا جواب کی ضرورت ہی نہ تھی۔

وہ پژمردہ' نحیف سے چہرے کے ساتھ اس کی پشت دیکھ رہے تھے۔

"اگر آج تمہارے پاس ایک گردہ ہے' تو اس کی وجہ سعدی ہے۔"

وہ دھیرے سے پلٹی۔ اس کی آنکھوں کی گلابی لکیریں' سرخ پڑ چکی تھیں۔ شاید ان میں نمی تھی۔ بھلے وہ انہیں نہ گرنے دے' مگر وہ سرخ تھیں۔

"آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر آج اس کے

ایک گردہ ہے تو اس کی وجہ میں ہوں؟"

اور یہ سوال نہیں تھا۔ سو اس کا کوئی جواب بھی نہ تھا۔ وہ نم آنکھوں سے اس کو دیکھتے رہے۔ جواب کا انتظار اسے بھی نہ تھا۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

کھڑکی اب پوری کھل چکی تھی اور تازہ ہوا بہت امید افزا تھی۔

☆ ☆ ☆

الفت کے سودے کون کرے' نفرت کی جھولی کون بھرے

ہم کاروباری دنیا میں بیگانے ہی بیگانے ہیں

سیاہ بی ایم ڈبلیو اس بنگلے کے پورچ میں رکی۔ شوفر نے فوراً" دروازہ کھولا۔ ہاشم باہر نکلا اور سونیا کی انگلی پکڑے اسے بھی باہر لایا۔ پھر گلا سڑا تار کر گریبان میں اٹکاتے ہوئے داخلی دروازے کو دیکھا' جہاں شہرین کھڑی تھی۔ وہ ابھی اٹھی تھی' مگر باب کٹ بال بالکل سیٹ تھے۔

"بائے بابا!" سونیا سے ملنے کو وہ جھکا تو اس نے باپ کے دونوں گال چومے' پھر پیچھے اترتے نوشیرواں کو ہاتھ ہلایا۔

"بائے شیرو!" وہ جو خشمگیں نگاہوں سے صرف شہرین کو دیکھ رہا تھا۔ بدقت مسکرا کر سر کو خم دیا۔ سونیا بھاگتی ہوئی ماں کے گلے لگ گئی جو اس کے لیے جھکی تھی۔ ان دونوں سے قطعاً" بے نیاز۔

"میرا بے بی!" آنکھیں موندے' بچی کو ساتھ لگائے وہ بڑبڑائی۔ ہاشم ایک ہاتھ جیب میں ڈالے مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"بتایا ہے مجھے سونیا نے رستے میں کہ اسے کتنی خواہش تھی ہمارے ہنی مون کی تصاویر دیکھنے کی۔"

شہرین بے اختیار سیدھی ہوئی' نگاہیں پھسل کر خود کو چبھتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے شیرو پہ گئیں۔ اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"تو۔۔۔؟" وہ بظاہر لاپروا تھی۔ سونیا کو سر کے اشارے سے اندر بھیجا۔

"تو تمہیں لگتا تھا کہ تم مجھے بے وقوف بنا لو گی؟" وہ مسکراتے ہوئے آگے آیا۔ اس کے بالکل مقابل کھڑا ہوا اور آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ اکتائی۔

"شہرین! انسان میں اتنے گٹس ہونے چاہئیں کہ اپنے عمل کی ذمہ داری لے۔ تم سے اچھا تو سعدی نکلا۔ وہ ہاتھ لگائے میرے گارڈ نے تو سب بک دیا کہ کس طرح تم نے اسے پاس ورڈ دیا اور ہاں' وہ بھی میری ہی بیٹی کے کیک پہ۔ تم اچھی جاسوس بن سکتی ہو ویسے۔ تم نے آئی ایس آئی کے لیے اپلائی کیوں نہیں کیا۔"

شہرین کے ابرو حیرت سے اٹھے۔ "سعدی نے۔۔۔؟"

"اوہ۔۔۔ تمہیں لگا تھا' وہ نہیں بتائے گا۔"

شہرین کی آنکھوں میں غصہ اور بے زاری ابھری۔

"میں تم سے اتنی اکتا چکی ہوں کہ تمہارے خلاف مدد مانگنے والے کو انکار نہیں کر سکتی اور کسی اچھے دوست کو تو بالکل نہیں۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا دوست۔۔۔ کیا تم نے نوٹ کیا؟" مڑے بغیر نوشیرواں سے سوال کیا۔"

اور اس کو دوسری دفعہ صدمہ ہوا تھا۔ ابھی تک امید تھی کہ شاید۔۔۔ مگر اب نہیں' غم غصے میں بدلنے لگا۔ وہ بھائی کے عقب سے نکل کر آگے آیا۔

"کیا تمہیں میں ہی ملا تھا استعمال کرنے کے لیے؟" بھنویں بھینچے وہ غصے سے کہہ رہا تھا۔" وہ بھی اس لوزر سعدی کے لیے؟ اس کو تو میں چھوڑوں گا نہیں اور بدلہ تو میں تم سے بھی لوں گا۔"

گو کہ ہاشم یہی چاہتا تھا' مگر نوشیرواں کا رہ کی طرح تیز چڑھتا غصہ قابو کرنے کے لیے اسے اس کی کہنی تھامنی پڑی۔ نوشیراں سر جھٹک کر رخ موڑ گیا۔ شہرین بس ضبط سے ان دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

"آئندہ میرے خلاف کسی کی مدد کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ پھر تمہیں ساری زندگی اپنی بیٹی کی شکل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں دیکھنے دوں گا اور اگر کوئی شک ہو تو پہلی قسط تم تین دن بعد تب دیکھو گی جب تم چھٹیوں پہ دبئی اکیلی جاؤ گی۔ سونیا کو اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ دو دن گزار لو اس کے ساتھ۔"

شہرین کے تاثرات بدلے' بے چینی' پریشانی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی۔

"ہاشم! سونیا میرے ساتھ جائے گی' یہی طے ہوا تھا۔

"طے کرنے والا میں تھا' منسوخ بھی میں کر رہا ہوں۔" مسکراہٹ غائب تھی اور وہ درشتی سے چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔ "خلع کے وقت اپنی بیٹی میں نے تمہارے حوالے کی کہ تم ماں تھیں۔ مجھے تم پہ ترس آگیا تھا۔ سو میں نے تم پہ احسان کیا تھا۔ تب سے ہفتے میں دو دن اپنی بیٹی کو لے کر جاتا ہوں' باقی وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے' تمہیں میری طرف سے کوئی پریشانی نہیں ملتی' اور اس سب کا صلہ تم نے میری پشت پہ وار کر کے دیا۔" اس کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔ نوشیرواں اب ذرا کم غصے سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ اندر سے پریشانی بھی تھی' شہری بیٹی کے بغیر کیسے رہے گی؟

"میں سونیا کے بغیر کیسے رہوں گی؟ تم یہ نہیں کر سکتے۔" اس کا سارا طنطنہ جھاگ بن کر بیٹھ گیا۔

"یہ تو پہلے سوچنے والی بات تھی۔ دو دن گزارو' اور تیسرے دن میری بیٹی کو واپس چھوڑ جاؤ اور یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ میری بیٹی کو میری مرضی کے بغیر تم دنیا کے کسی ملک لے جانا تو کیا' اس ملک سے بھی نہیں نکال سکتیں۔"

"اس نے صرف پاس ورڈ مانگا تھا۔ اسے وہ واپس چاہیے تھا جو تم نے اس سے لیا تھا۔ مجھے نہیں پتا' وہ کس چیز کی بات کر رہا تھا۔ تم میرے ساتھ یوں مت کرو ہاشم۔"

ہاشم چونکا' پھر سر جھٹکا۔ "نہیں پتا تھا تو اس کی مدد کیوں کی؟ تمہاری بیٹی کا باپ ہوں میں اور یہ تمہاری بیٹی کا چچا ہے' جس کو تم نے یوز کیا۔ سو اب تم سونیا کو تمہیں لے کر جا رہیں۔" قطعی انداز میں کہہ کر وہ مڑ گیا۔ دونوں تیز تیز کار تک واپس آئے۔ دروازے جھٹ کھولے گئے۔ شہری کھڑی رہی' بے بسی' پریشانی سے لب کاٹتی۔

"میں نے سعدی کو انڈر ایسٹیمیٹ کیا تھا۔" ہاشم بیٹھتے ہوئے بڑبڑایا۔ نوشیرواں نے بے اختیار اسے دیکھا۔

"مطلب؟"

"کیا تم سن نہیں رہے تھے؟ اسے وہ چاہیے تھا جو میں نے اس سے لیا تھا۔ وارث کے لیپ ٹاپ کے ڈاکومنٹس' وہ میرے پاس تھے۔" کہتے ہوئے شوفر کو اشارہ کیا۔ وہ سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا۔

"مگر پندرہ منٹ میں وہ کتنے ڈاکومنٹس پڑھ سکتا ہے؟"

"شاید ایک بھی نہیں' مگر پندرہ منٹ میں وہ ان سب کو کاپی ضرور کر سکتا ہے۔" کہہ کر ہاشم جیسے ساری دنیا پہ لعنت بھیج کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

نوشیرواں خاموش ہو گیا۔ اسے شہری کی حالت دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی تھی۔ شہری کا قصور نہیں تھا۔ یہ سعدی تھا جو ہر چیز کے درمیان آیا تھا۔ اس کا قصوروار ہمیشہ سعدی نکلتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہمی نہیں تھے ہماری طرح کے اور بھی لوگ
عذاب میں تھے جو دنیا سے سوچتے تھے الگ

صبح کی سنہری سفیدی میں گرمی کی حدت بڑھتی جا رہی تھی۔ مرحوم ذوالفقار یوسف کے گھر میں چلتے ایر کولر نے ٹی وی والے کمرے کو قدرے ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ ندرت ادھر ادھر بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ راہ داری کی گول میز پہ بیٹھے حنین اور اسامہ کو لیکچر بھی جاری تھا۔

"اتنا نہیں ہوتا کہ جو چیز اٹھاؤ' اسے جگہ پہ رکھو۔"

"امی! میں سب کچھ جگہ پہ واپس رکھتا ہوں۔" سیم نے احتجاج کیا۔

"جی... مگر کسی اور کی جگہ پہ..." حنین نے بات

مکمل کی۔ وہ ساتھ چائے بھی پی رہی تھی۔

"تم تو جیسے سب ٹھیک رکھتی ہو نا۔ ابھی تمہاری الماری کھولوں تو کپڑوں کا ماؤنٹ ایورسٹ نیچے گرے گا۔"

"اور جیسے تم اس ماؤنٹ ایورسٹ تلے دب کر زخمی ہو جاؤ گے۔" اس نے سکون سے دوسرا گھونٹ بھرا۔ آج فرنچ چوٹی بنانے کی زحمت نہیں کی تھی' کھلے بال سیدھے' مگر ذرا بکھرے ہوئے تھے۔

ندرت مزید ان دونوں کو کچھ کہے بغیر راہ داری سے گزر کر سعدی کے کمرے تک گئیں۔ اتنا تو وہ دیکھ چکی تھیں کہ وہ فجر تک کام کرتا رہا تھا۔ پھر سو کر نو بجے اٹھ بھی گیا۔ اب وہ باہر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ بیڈ پہ بیٹھا جھک کر جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا۔ ندرت نے پیار سے اسے دیکھا۔ وہ بڑا ہو گیا تھا اور لمبا بھی' مگر اس کے چہرے پہ ایک نوعمر لڑکوں والی سادگی اور معصومیت اب بھی تھی۔ وہ سیدھا ہوا تو ماں کو کھڑے پایا۔ ستی ہوئی آنکھوں سے مسکرایا۔

"کیا باتیں ہوئیں بڑے ابو سے؟" وہ اٹھ کر لیپ ٹاپ بیگ میں سمیٹنے لگا۔

"وہی ان کی پرانی فکر' زمر کی شادی۔" انہوں نے تھکی ہوئی سانس کھینچی۔ سعدی خاموشی سے چیزیں سمیٹتا رہا۔

"وہ اس کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں' مگر وہ نہیں مانتی' سعدی! تم سمجھاؤ نا' اب تو تمہاری بات چیت ہوتی ہے پھپھو سے' اور تمہاری بات تو وہ ہمیشہ مانتی ہے۔"

سعدی نے بیگ کا اسٹریپ کندھے پہ ڈالا' چہرے پہ چھائے حزن کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کچھ کہنے لگا تھا کہ فون بج اٹھا۔ جیسے جان بچ گئی۔ ندرت بات بھول کر واپس چلی گئیں اور اس نے ان جانا نمبر اٹھا لیا۔

"ملنا ہے مجھے اسی وقت' کدھر آؤں؟" فارس کے الفاظ بھی اسی کی طرح ہوتے تھے۔ ٹھک ٹھک ٹھک۔

"میں تو نکل رہا تھا... آ... ریسٹورنٹ آجائیں۔" اس نے درمیان کا راستہ نکالا۔

"آدھے گھنٹے تک۔" اور فون بند۔

"یہ ماموں بھی نا... آگے پیچھے کی بات نہیں کریں گے کبھی۔" اس نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ پھر ندرت کی باتیں یاد آئیں۔ پھپھو کیا اب بھی اس کی مانتی تھیں؟ اوں ہوں۔

وہ باہر آیا تو حنین ہاتھ ہلا کر پرجوش سی سیم سے کہہ رہی تھی۔

"اور اتنے بے بے کھلے لانز... سیم! تمہارا دل نہیں چاہتا کہ ہمارا بھی اتنا... بڑا گھر ہو اور خوب دولت ہو ہمارے پاس بھی۔ نہیں' یہ نہیں ہے کہ ہمارا چھوٹا گھر' مجھے برا لگتا ہے' یہ سب بھی اچھا ہے' مگر زیادہ بڑا گھر... سوچو سیم۔"

سیم نے پیچھے سے سعدی کو آتے دیکھ لیا تھا۔ سو جواب نہیں دیا۔ اس کو صحیح جواب معلوم ہی نہ تھا۔

"تم تو ہو ہی کنویں کے مینڈک' تمہیں کیا پتا۔ لیکن..." وہ افسردہ ہوئی۔ "اگر میں یہ بات اپنی کسی دوست سے کرتی تو وہ کہتی کہ لالچ بری چیز ہے۔ کیا زیادہ پیسے کی خواہش ہونا بری چیز ہے۔"

"بالکل بھی نہیں۔" عقب سے آتے سعدی نے کہتے ہوئے اس کا کپ اٹھایا اور گھونٹ بھرا۔

حنین چونکی' مگر بھائی کو دیکھ کر مزید پرجوش سی پوچھنے لگی۔ "مگر کیسے بھائی؟"

"ہر کسی کا دل چاہتا ہے کہ اس کے پاس بہت پیسہ ہو' مگر لوگ یہ اعتراف کرنے سے ڈرتے ہیں' کہیں ان کو غلط یا لالچی نہ سمجھا جائے۔ ورنہ مال کی محبت بری بات نہیں ہے' زندگی میں اونچے گول ہونے چاہئیں' یہ انسان کو متحرک رکھتے ہیں۔ بس ان کو حاصل کرنے کے لیے غلط طریقہ نہیں استعمال کرنا چاہیے۔ سلیمان علیہ السلام نے بھی تو اللہ کی یاد کے لیے مال کی محبت اختیار کی تھی نا۔"

حنین کھلے دل سے مسکرا دی۔ وہ ایسا بھائی تھا جس سے باآسانی سب کہا جا سکتا تھا اور وہ آپ کو بالکل جج نہیں کرتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆ ☆ ☆

نہ تکلف نہ احتیاط نہ زعم
دوستی کی زبان سادہ تھی

ریسٹورنٹ نیم ویران تھا۔ ان کا کاروبار ویسے بھی کوئی بہت فائدے میں نہیں تھا۔ پھر بھی گزارہ ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنی مخصوص میز پر بیگ رکھا ہی تھا کہ فون بجنے لگا۔

"سنڈے کو بھی لوگوں کو چین نہیں آتا۔" کہتے ہوئے جب نمبر دیکھا تو الرٹ سا ہو گیا۔

"سعدی! شہرین بات کر رہی ہوں۔" وہ بیزار، مگر ضبط سے بولی تھی۔

"جی۔۔۔ میرے پاس ہے آپ کا نمبر، سوری میں آپ کا شکریہ نہیں ادا کر سکا۔"

"اب اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہاشم ابھی ابھی یہاں سے نکلا ہے۔ وہ سونیا کو میرے ساتھ چھٹیوں پہ نہیں جانے دے رہا۔"

"مگر کیوں؟"

"یہ تو تم بتاؤ گے۔ کیا اس لیے مجھ سے مدد مانگی تھی کہ پکڑے جانے پہ سارا ملبہ مجھ پہ گرا دو؟" وہ تیزی سے بولی۔ سعدی کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"کیا۔۔۔؟"

"تم نے ہاشم کے سامنے میرا نام کیوں لیا؟"

"میں نے۔۔۔ ہاشم کے سامنے۔۔۔ کس نے کہا یہ آپ کو؟" وہ شاکڈ تھا۔ چند لمحے کی خاموشی چھا گئی۔

"کیا ہاشم کے گارڈ نے جب تم پہ تشدد کیا تو تم نے میرا نام نہیں اگل دیا؟"

"کیا؟ یہ ہاشم۔۔۔ اف۔۔۔" وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔ "اس آدمی کو کوے کیوں نہیں کاٹتے۔ اس کے جھوٹ پہ یقین کر کے آپ نے اعتراف کر لیا؟ اف لگم (اف ہے آپ کے لیے) اس کا موڈ سخت خراب ہو چکا تھا۔

"میں نے کچھ بتایا، نہ مجھے کسی نے چھوا۔ اس سے زیادہ میں اپنی صفائی نہیں دوں گا۔"

شہرین نے گہری سانس لی۔

"مجھے تم پہ یقین ہے۔" وہ واقعی جھوٹ بول رہا تھا، "بہرحال وہ جانتے ہیں کہ اس میں تمہارا ہاتھ ہے اور نوشیرواں مجھے سنگین نتائج کی دھمکی دے کر گیا ہے۔"

"نوشیرواں کیوں؟" وہ چونکا۔

"میں نے اس کے ذریعے پاس ورڈ لیا تھا۔"

سعدی چند لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ اسے کچھ برا لگا تھا۔

"آپ کو نوشیرواں کو یوز نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"او کے۔۔۔ ساری غلطی میری۔۔۔ مجھے تمہاری مدد ہی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ ایک تو میں نے اتنا خطرہ لے کر تمہارا کام کیا، صرف اس لیے کہ تم مجھے فیور دے چکے ہو اور آگے سے تم مجھے اخلاقیات کی تلقین کر رہے ہو؟" وہ تلخی سے بلند آواز سے کہے جا رہی تھی۔

"میں نوشیرواں کو پسند نہیں کرتا اور اس کی بالکل بھی عزت نہیں کرتا، مگر اس قصے میں وہ ڈائریکٹ انوالوڈ نہیں تھا۔ اس لیے اسے استعمال کرنے پہ مجھے افسوس ہوا ہے، بس یہی بات ہے۔"

"اور یہ سارا قصہ ہے کیا؟" شہرین نے پوچھا۔ سعدی خاموش ہو گیا۔

"خیر۔۔۔ جو بھی ہے، مجھے میری بیٹی چاہیے سعدی، تمہاری وجہ سے وہ اسے میرے ساتھ نہیں جانے دے گا۔"

"آپ اس کی ماں ہیں۔ اسے خاموشی سے لے کر نکل جائیں۔"

"تاکہ وہ اگلے چوبیس گھنٹے میں میرے سر پہ پہنچ کر میری بیٹی چھین لے اور کبھی مجھے اس کی شکل بھی نہ دیکھنے دے؟ میں اس کو لے کر دنیا کے کسی بھی حصے میں چلی جاتی، اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ وہاں نہیں پہنچ سکتا اور پھر میں کیوں بھاگوں؟ میری زندگی یہاں سیٹل ہے، دوست، ماں، باپ، سب یہاں ہیں اور میں اس روٹین میں خوش تھی۔ مگر۔۔۔" اس کا گلا تھک گیا۔ وہ سانس لینے کو رکی۔

"آئی ایم سوری۔"

"سوری کافی نہیں ہے۔ تم ہاشم سے بات کرو۔ تم نے اس کا جو چرایا ہے، اسے واپس کر دو۔"

"یہ تو میں کبھی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آپ نوشیرواں سے ایکسکیوز کر لیں تو شاید وہ کچھ کر سکے۔"

"تم کیوں کچھ نہیں کر سکتے؟"

"میں آپ کو جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتا۔ ایمان داری سے بتا رہا ہوں، میری بات ہاشم نہیں مانے گا۔ آپ شیرو نہیں تو سونیا کو راضی کریں، وہ ضد کرے گی تو ہاشم مان جائے گا۔"

وہ کرسی پہ بیٹھا، گلاس وال کو دیکھتے کہے جا رہا تھا۔ یک دم کوئی جھلک دکھائی دی۔ گھرے بھورے گھنگھریالے بال۔ اس نے چونک کر گردن موڑی، پھر عجلت سے خدا حافظ کہہ کر فون رکھتا کھڑا ہوا۔

وہ اس کو دیکھتی ہوئی آ رہی تھی۔ آنکھوں کا گلابی پن اب مدھم تھا۔ سعدی سانس روکے کھڑا تھا۔

وہ خوف زدہ تھا، پرامید تھا۔

وہ پریشان تھا، خوش تھا۔

زمر خاموشی سے کرسی پہ بیٹھی۔ چہرہ بنا تاثر تھا۔ بال جوڑے میں تھے، ایک لٹ گردن کو چھو رہی تھی۔

"بھابھی نے بتایا، تم ادھر ملو گے۔" سعدی کو دیکھتے ہوئے وہ متوازن لہجے میں بولی۔

(تو زمر گھر گئی تھیں؟ ایک ہفتے میں دوسرا چکر؟)

سعدی بھی سر ہلاتا بیٹھا۔

"چھٹی پہ ہوں آج کل، کام وغیرہ ادھر لے آتا ہوں۔"

"آگے کا کیا ارادہ ہے؟" زمر لحظے بھر کو بھی اس سے نظریں نہیں ہٹا رہی تھی۔

"کچھ عرصے بعد پی ایچ ڈی کے لیے جاؤں گا۔ مگر ابھی نہیں۔ حنین کی کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے، پھر امی اور سیم کو ساتھ لے جاؤں گا۔" وہ احتیاط سے بول رہا تھا۔ زمر کا کوئی بھروسا بھی نہیں، کس بات سے رات والے واقعے کا ذکر چھیڑ دے۔

"اور تمہاری شادی؟"

سعدی نے مسکرانے کی سعی کی، مگر زمر کی خود کو اندر تک دیکھتی پرسکون نگاہیں ڈرا رہی تھیں۔

"وہ تو امی اور آپ ہی طے کریں گی، جس سے بھی کر دیں۔" سر جھٹک کر سعدی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا، پھر چہرہ اٹھایا تو وہ ہنوز اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کہہ دیں، پھپھو! جو کہنے آئی ہیں۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟" اس کی آنکھوں میں پھر سے گلابی لکیریں ابھرنے لگیں۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں چور نہیں ہوں۔ یوں دھوکا نہیں دے سکتا۔ ان کے گھر سے کچھ لیا ہے میں نے، امی کو تلاش کرنے کے لیے وہ میری تلاشی لینا چاہتے تھے۔ مگر وہ مسز جواہرات کا نیکلس نہیں۔"

سعدی رک گیا۔ زمر کی بھیگی نگاہیں اس پہ ویسے ہی مرکوز تھیں۔ سعدی نے آنکھیں سکیڑیں، زمر کو دیکھتا رہا، دیکھتا رہا، یہاں تک کہ ایک دم اس کو جیسے دھکا لگا۔ آنکھوں میں شاک سا پھیلا۔ زمر چوری کی بات نہیں کر رہی تھی۔

"امی نے۔۔۔ یا حنین؟" وہ قصوروار کا نام جاننا چاہتا تھا۔

"بڑے ابا نے۔" زمر نے بھیگے لہجے میں تصحیح کی۔ سعدی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا۔ لب بھینچ کر دوسری سمت دیکھنے لگا۔ پھر سر جھٹکا۔

"میں ان کو اس کے لیے معاف نہیں کروں گا۔"

وہ بری طرح ہرٹ ہوا تھا۔ زمر کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ اندھیرے میں کھڑے شخص پہ کسی نے فلڈ لائٹس روشن کر دی تھیں۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا سعدی؟ مجھے کیوں دھوکے میں رکھا؟" صرف سعدی کے سامنے وہ رو سکتی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔ سعدی نے کاؤنٹر پہ کھڑے لڑکوں کو اشارہ کیا۔ ان سب نے فوراً "شکلیں" کچن میں گم کر لیں۔

"اگر مجھے پتا ہوتا تو تمہیں ایسے کبھی نہ کرنے دیتی۔ کیوں نہیں بتایا؟ کیوں نہیں جتایا؟ ایک دفعہ تو کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتا۔ غصے سے کہہ دیتے' لڑ کر کہہ دیتے۔ ہمارے درمیان تو بہت دوستی تھی۔"

"میں جتانے والا نہیں ہوں۔" اس نے مجرم کی طرح سر جھکا لیا۔

"اپنا کیوں نہیں سوچا؟ اس عمر میں کوئی گردہ دیتا ہے کیا؟ آگے لمبی زندگی پڑی ہے تمہاری' شادی کرو گے' بچے ہوں گے' ایک گردے کے ساتھ کیسے رہو گے؟"

اس کا دل بری طرح دکھا ہوا تھا۔

"وہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔ واک کرتا رہوں' شوگر وغیرہ نہ ہو تو سب ٹھیک رہے گا۔" جھکے ہوئے سر سے سادہ وضاحت دی۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں تمہیں یہ کبھی نہ کرنے دیتی۔ یہ گردہ تو کیا پتا اسی وقت ضائع ہو جاتا' کیا پتا کچھ سال بعد ضائع ہو جائے' میں تو اسی اسٹیج پہ آجاؤں گی' اپنے لیے تمہاری صحت کے ساتھ اتنا بڑا نقصان میں تمہیں کبھی نہ کرنے دیتی سعدی۔"

"اسی لیے نہیں بتایا۔" اس نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا۔ زمر کا چہرہ آنسوؤں سے گیلا تھا۔ آنکھوں میں فکر' اپنائیت' محبت' سب تھا۔ وہ چار سال پہلے والی زمر تھی۔ وہ "پھپھو" سے واپس زمرین بن گئی تھی۔

"میں ہم دونوں میں سے پہلا دھوکے باز نہیں ہوں زمر! کیا آپ نے کبھی مجھے دھوکے میں رکھ کر کچھ نہیں کیا؟ کیا میرے لیے' حنین' اسامہ کے لیے آپ نے کچھ نہیں کیا؟ یاد ہے جب ہم اسکول میں تھے' میں۔۔۔"

"سعدی۔" اس نے روکنا چاہا۔

"نہیں' مت روکیں' سنیں۔۔۔ میں چھوٹا تھا' آپ مجھ سے آٹھ سال بڑی تھیں۔ آٹھ کلاسز آگے تھیں۔ ہمارا ایک ہی اسکول تھا۔ امی اور دادی کی نہیں بنتی تھی۔ ہم الگ رہتے تھے۔ ابو کے حالات اچھے نہیں تھے۔ مگر خوددار تھے۔ بڑے ابو کو ہوا نہیں لگنے دیتے تھے۔ پھر میں ان ہی کا بیٹا تھا۔ ان سے اسکول لے جانے کو پیسے نہیں مانگتا تھا۔ امی اور ابو اپنے مالی مسائل میں اتنے الجھے ہوتے تھے کہ خود سے دینے کا خیال بھی نہ آتا۔ میں گھر سے آدھی چیزوں کے بغیر آتا تھا۔ مگر اسمبلی سے کلاس میں واپس آتا تو میری جیومیٹری باکس میں پنسل' ربڑ' شارپنر' رولر اور وہ کیا تھا ہاں "ڈی" (پروٹیکٹر) وہ سب پورا ہوتا تھا۔ آپ بنا بتائے روز صبح میرا بیگ چیک کر کے چیزیں رکھ جاتی تھیں اور آپ اسمبلی سے لیٹ بھی ہو جاتیں' اسی لیے ڈانٹ بھی کھاتیں' مگر زمر آپ ہمیشہ سے بہت determined (مستقل مزاج) رہی ہیں' جو ٹھان لی' اسے کرنا ہے۔"

وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔ اسے یوں سر جھکا کر بولتے سننا اچھا لگ رہا تھا۔

"اور بریک میں مجھے ساتھ لے جاتیں۔ تب دو روپے کا سموسہ اور ایک روپے کی نمکو ہوتی تھی۔ آپ کہتیں' میں تین روپے لائی ہوں' میں "چیز" لے کر کھالوں گی' تم میرا لنچ کھالو۔ ان دنوں میں نہ لنچ لاتا تھا' نہ پیسے۔ آپ کہتیں' امی نے جو کباب دیا ہے' وہ مجھے نہیں پسند' تم لے لو اور میں یقین کر کے کھا لیتا۔ بہت دن بعد خیال آیا کہ کباب تو آپ کو بہت پسند تھے۔ بہت سالوں بعد خیال آیا کہ کبھی آپ کو کینٹین سے کچھ خرید کر کھاتے نہیں دیکھا۔"

زمر نے ہتھیلی سے آنسو رگڑے' پھر اداسی سے مسکرائی۔ "ان دنوں بڑے ابا کی نوکری چلی گئی تھی' ہمارے حالات بھی اچھے نہیں تھے۔ دونوں باپ' بیٹے خوددار تھے۔ میں دونوں کا بھرم رکھنا چاہتی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ بہت دیر سے سمجھا کہ آپ پیسے نہیں لاتیں' میرے لیے آپ سارا دن بھوکی رہتی تھیں۔ جب امی نے کاروبار کا سوچا تو میں نے کہا کہ ریسٹورنٹ کھولیں' کسی کو کھانا کھلانے سے پیارا احسان بھی کیا ہو گا؟"

"سب اپنے گھر کے بچوں کے لیے یہ کرتے ہیں' اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔" مگر وہ نہیں سن رہا تھا۔

"میں چھٹی کے بعد کلاس فیلوز کے ساتھ "برف پانی" کھیل رہا تھا۔ جس لڑکے کی باری تھی' اس نے

مجھے "برف" کر دیا اور اس سے پہلے کہ مجھے کوئی پانی کرتا' کسی بات پہ دو' تین لڑکوں نے مجھے بہت مارا۔ میں کمزور تھا۔ چھوٹا تھا۔ وہ بڑے تھے۔ مجھے مار' مار کر گرا دیا' میرے منہ پہ' کپڑوں پہ خون اور مٹی لگی تھی۔ آپ پتا نہیں کہاں سے آئیں۔ آپ نے مجھے اٹھایا' میرا چہرہ صاف کیا' اپنی یونیفارم کی پٹی سے خون صاف کیا۔ پھر پکڑ کر بینچ پہ ساتھ بٹھایا اور پوچھا "ان لڑکوں کا نام بتاؤ' کلاس اور سیکشن" میں ڈر گیا' کہا کہ جانے دیں' مگر آپ تو نا شروع سے ہی پراسیکیوٹر تھیں۔ آپ تو اڑ گئیں۔ وہ کوئی اور لوگ ہوتے ہیں جن کے سعدی کو کوئی مار جائے اور وہ چپ کر کے بیٹھ جائیں۔ میں تو غلط چیز پہ چپ نہیں رہوں گی۔ "ہمارے سعدی" کو کس نے مارا ہے؟" آپ مجھے اسی طرح کہا کرتی تھیں۔ ہمارا سعدی اور اس وقت آپ کے یہی تین الفاظ تھے نام' کلاس' سیکشن' مجھے بتانا پڑے۔ تب مجھے پتا چلا آپ کتنی مستقل مزاج ہیں اور ہیڈ اسٹرانگ بھی۔ آپ ان لڑکوں کے پاس گئیں۔ ان کو کچھ نہیں کہا۔ صرف پیار سے ان کے ماں' باپ کے پتے پوچھے۔ پھر اللہ جانے کیسے آپ نے ان کے والدین کو اسکول بلایا۔ وہ لڑکے مجھے' ٹیچرز' پرنسپل' سب کو ایک کمرے میں اکٹھا کیا اور پھر آپ نے وہ لمبی تقریر کی۔ وہ شرمندہ کیا ان کو کہ مجھے یقین ہے' گھر جا کر ان لڑکوں کو مجھ سے زیادہ مار پڑی ہو گی۔"

زمر نرمی سے ہنسے جا رہی تھی۔ سعدی نے عرصے بعد اسے یوں ہنستے دیکھا تھا۔

"میں دس سال کا تھا' جب آپ کی منگنی ہوئی تھی' پہلی منگنی۔" اس کے اگلے الفاظ نے زمر کی ہنسی ٹھہرا دی۔

وہ سر جھکا کر کہنے لگا۔ "ان کو شادی کی جلدی تھی' بڑے ابا نے سارا جہیز جمع کر لیا تھا۔ آپ نے انٹر کے بعد پڑھائی بھی بس کر دی' شادی کی تیاریاں عروج پہ تھیں۔ دادی نے سارا سامان اسٹور میں رکھا تھا۔ کپڑے' فرنیچر' سب اوپر نیچے گھسایا تھا۔ میں اور آپ وہاں بیٹھے باتیں کرتے تھے۔ آپ مجھے بہت شوق سے اپنی چیزیں دکھا رہی تھیں۔ میں نے زندگی میں کبھی دوبارہ آپ کو اتنا خوش نہیں دیکھا' جتنا تب دیکھا تھا۔"

"چھوڑو اس بات کو۔۔۔" اس نے تکلیف سے پہلو بدلا۔

"مجھے تو وہ سب یاد ہے۔ آپ چلی گئی تھیں' میں اکیلا تھا' میں نے کچھ جلایا تھا' پھر میں سمجھا' آگ بجھ گئی ہے' یا پتا نہیں کیا' میں باہر آگیا' مگر آگ نہیں بجھی۔ سارا اسٹور جل کر راکھ ہو گیا۔ اگر وہ اسٹور الگ نہ بنا ہوتا تو سارا گھر جل جاتا۔ بڑے ابا کے پاس جہیز دوبارہ بنانے کی رقم نہ تھی۔ لڑکے والوں کے پاس مہلت دینے کا ظرف نہ تھا۔ آپ کی منگنی ٹوٹ گئی۔ دادی کو شک تھا کہ اس میں میرا ہاتھ ہے۔ مگر آپ نے سب کہا' یہ آپ سے ہوا ہے' آپ نے مجھ تک بات نہ آنے دی۔" میں نے پوچھا کہ کیوں جھوٹ بول رہی ہیں؟ تو آپ نے کہا۔ "سعدی! میں تمہیں پروٹیکٹ کر رہی ہوں' میں ہمیشہ تمہیں پروٹیکٹ کروں گی۔"

"اس میں تمہارا قصور نہیں تھا۔"

"تھا۔۔۔ اور آپ کی دوسری منگنی ختم ہونے میں بھی میرا قصور تھا۔ میں نے آپ کو مجبور کیا تھا۔ وارث ماموں کے کیس کے لیے۔ میں نے آپ کو اس میں پھنسایا تھا۔ کیا اس سب کے بعد بھی اور دوسری ان گنت قربانیوں کے بعد بھی جو آپ نے ہمارے لیے دیں' میں آپ کے لیے اتنا سا بھی نہیں کر سکتا تھا؟"

زمر نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ بھی تمہاری وجہ سے نہیں ہوا۔ یہ میری قسمت تھی۔ میں چار سال غلط وجہ سے تم سے خفا رہی یا شاید میں انتظار کرتی رہی کہ تم خود۔۔۔ تم نے بھی تو میری موجودگی میں آنا چھوڑ دیا تھا۔"

"میں چاہتا تھا ہم ناراضی میں کم سے کم سامنا کریں۔ مجھے پتا تھا ایک دن ہماری صلح ہو جائے گی۔ خون کے رشتوں میں صلح ہو ہی جاتی ہے۔ مگر میں درمیان کی تکلیف سے بچنا چاہتا تھا۔"

زمر نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اسے دیکھا جو سر جھکائے لب کاٹتا کہہ رہا تھا۔ یہ وہی بچہ تھا جس کو انگلی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پکڑ کر چلنا سکھایا تھا۔ یہ اتنا بڑا کب ہوا؟

"کیا آپ کل رات کے لیے ابھی بھی ناراض ہیں؟" سعدی نے سر اٹھا کر ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"میں کل بھی ناراض نہیں تھی، بس اپ سیٹ تھی۔"

"نکلنے سے پہلے ان کی نوکرانی مجھ سے ٹکرائی تھی، بری طرح، اسی نے میرے کوٹ میں ڈالا ہوگا، مجھے یقین ہے۔"

"ہوں... ہو سکتا ہے اس نے چرایا ہو، مگر پکڑے جانے کے خوف سے ایسا کیا ہو۔" وہ ٹشو سے آنکھیں کنارے پونچھتے اندازہ لگا رہی تھی۔

"زمر! ملازم، مالک کے کہے بغیر اتنا بڑا اسٹیپ نہیں لیتے۔ یہ سب ہاشم نے کروایا ہے۔" مگر زمر جو کل ہاشم سے بدگمان ہو رہی تھی۔ اب وہ "بدگمانی" زائل ہو چکی تھی۔

"ہاشم کو نیکلیس چاہیے تھا۔ اس لیے وہ تلاشی لینا چاہتا تھا۔ شاید مجھ سے کوئی بھولا بسرا بدلہ بھی اتارنا چاہتا ہو۔ مگر وہ اتنا برا نہیں ہے کہ یہ خود رکھواتا۔ ورنہ وہ صبح مجھے فون کر کے معذرت نہ کرتا۔" وہ رسان سے سمجھا رہی تھی۔ "اس کو پتا تھا کہ نیکلیس تمہاری جیب میں ہے، مگر پھر بھی اس نے ہمیں جانے دیا، اس نے ہمیں بے عزت نہیں ہونے دیا۔ میں اس کے اس عمل کی قدر کرتی ہوں۔ خیر... اب تم وہ کیسے واپس کرو گے؟"

"خود جاؤں گا اور دے کر آؤں گا اور چونکہ وہ اتنے برے نہیں ہیں۔ تو میرے اس عمل کی قدر کریں گے۔" بظاہر سعدی نے نرمی سے کہا کہ وہ متنازعہ موضوع کو زمر کے ساتھ چھیڑ کر تازہ تازہ مندمل ہوتے زخم پھر سے نہیں کریدنا چاہتا تھا۔

ریسٹورنٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ سعدی چونکا، پھر بے اختیار کھڑا ہو گیا، زمر نے گردن موڑی۔ فارس وہیں رک گیا تھا۔ زمر نے رخ واپس موڑ لیا تھا۔ ٹشو سے آنکھیں تھپتھپا کر صاف کیں اور اٹھی۔

بوجھل سی خاموشی نے سب کو گھیرے میں لے لیا۔

"پھر ملیں گے۔" نرمی سے اس نے سعدی کا کندھا تھپکا اور مڑ گئی۔ فارس تیکھی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے مڑنے پہ شیشے سے باہر دیکھنے لگا۔

وہ متناسب چال چلتی دروازے تک آئی۔ فارس ہٹ گیا۔ زمر نے بس ایک سرد، نفرت آمیز نگاہ اس پہ ڈالی اور باہر نکل گئی۔ فارس کی پیشانی پہ بل پڑے اس نے اکھڑے تاثرات کے ساتھ اسے جاتے دیکھا اور سر جھٹک کر آگے آیا۔

"آئیں... بیٹھیں..." سعدی نے احترام سے اشارہ کیا، مگر وہ کھڑے کھڑے تنے ابرو کے ساتھ اسے گھور تا رہا۔

"ایک دفعہ پوچھوں گا، سچ نہ بتایا تو اگلوانے کے سارے طریقے آتے ہیں مجھے۔"

"کیا ہوا؟" سعدی حیران ہوا۔

"جس روز میں رہا ہوا تھا اس رات تم میرے کیس کے جج سے کیوں ملے تھے۔"

سعدی نے کچھ کہنا چاہا، مگر زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ واقعی شاکڈ تھا۔ بے یقین تھا۔

"میں... آپ کو کیسے پتا چلا۔"

"اچھا تو تم واقعی اس سے ملے تھے۔ میرا اندازہ ٹھیک تھا۔"

اور سعدی کو ایک دم اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔ ظاہر ہے، اگر اس نے جج کو مجبور کیا تھا تو فیصلے والی رات کو ہی ملا ہوگا۔ اف...

"اب انکار مت کرنا، اب دیر ہو چکی ہے۔" فارس نے کرسی کھینچی، ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھا اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ افراتفری پھیلا کر اس نے سعدی کو گڑبڑا دیا تھا۔

"کیا دیا ہے اس کو مجھے رہا کروانے کا؟"

"آپ بے گناہ تھے۔"

"میں نے پوچھا، کیا دیا ہے؟" اس کی آنکھوں کی سختی بڑھی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان کے کچھ خفیہ راز معلوم تھے مجھے۔ ان کو ایکسپوز کرنے کی دھمکی دی' وہ مان گئے۔" فارس ان ہی سخت تیوروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔"

"مجھے بھی قانون سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ایک بے گناہ کو پھانسی تک دھکیلے گا۔ میرے پاس جج کو رشوت دینے کے لیے لمبی چوڑی رقم نہیں تھی۔ یہ میرا واحد آپشن تھا۔ جو قانون روبی نہیں دے سکتا' وہ ہاتھ بھی نہیں کاٹ سکتا اور وہ جج اتنا معصوم نہیں تھا۔ اس نے پھانسی صادر کرنے کے لیے پیسے لے رکھے تھے۔ میں نے اس کو اسی شے سے روکا۔ کبھی کبھی اچھے کو برا کرنا پڑتا ہے' تاکہ وہ برے کو سزا دلوا سکے۔" اس نے مشہور مقولہ دہرایا۔ پھر اضطراب سے فارس کا چہرہ دیکھا۔

"کس نے پیسے دیے تھے جج کو؟" وہ پتلیاں سکیڑ کر سعدی کو دیکھ رہا تھا۔

سعدی نے سوچا کہہ دے' ہاشم کاردار نے' مگر اول تو اس کے پاس ثبوت نہ تھے۔ دوم فارس یقین کیونکر کرتا؟ کیونکہ گرفتاری کے بعد سے اب تک ہاشم نے منہ زبانی ہمیشہ بظاہر فارس کا ساتھ دیا تھا اور فارس اسے جتنا ناپسند کرتا ہو' وہ ہاشم کو اپنے بھائی اور بیوی کا قاتل نہ مانتا' اور اگر مان بھی لے تو اس کا غصہ جوانتیلی جنس کی نوکری نے دبا دیا تھا۔ جیل کے چار سال واپس لے آتے تھے۔ ادھر فارس کو یقین آتا ادھر جا کر وہ ہاشم کا گریبان پکڑ لیتا۔ کیا اتنی جلدی یوں اسے ہاشم کو خبردار کر دینا چاہیے؟ یا سب تیاری کر کے ایک ہی دفعہ حملہ کرنا چاہیے؟ وہ فائلز ابھی تک ڈی کوڈ نہیں ہوئی تھیں۔ سعدی نے فیصلہ کرنے میں لمحے لگائے۔

"جج نے نہیں بتایا' مگر میں پتا کروالوں گا۔" وہ نگاہ ملائے بغیر لڑکوں کو آوازیں دینے لگا۔ "کیا لیں گے آپ؟"

"لے چکا میں سب۔" فارس نے ناک سے مکھی اڑائی اور اٹھ گیا۔

"ماموں... رکیں... بڑے ابا نے آپ سے ملنا ہے۔"

فارس جاتے جاتے مڑا۔ ماتھے کے بل ڈھیلے ہوئے۔ شیشے کی دیوار پہ نظر ڈالی۔ وہ کب کی جا چکی تھی۔

"کل ان کے گھر چلیں گے۔"

"گھر؟" اس نے ناگواری سے ابرو اٹھائی اور دوبارہ شیشے کی دیوار کو دیکھا۔

"وہ اس وقت گھر پہ نہیں ہوں گی۔ ان کی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ ہے۔ آپ نے انکار کیا تو بڑے ابا کا دل ٹوٹ جائے گا۔" (یہ پلان پچھلے ہفتے سے بن رہا تھا۔)

فارس نے لب کھول کر بند کیے۔ متذبذب سا سر جھٹکا۔ "اچھا کل دیکھیں گے اور ہاں وہ موضوع ابھی ختم نہیں ہوا۔" تنبیہہ کر کے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

سعدی نے گہری سانس لے کر اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے۔

☆ ☆ ☆

پیر کی صبح ہر دوسرے آفس کی طرح وہاں بھی کاموں کی افراتفری پھیلی تھی۔ جواہرات باریک ہیل سے کوریڈور میں چلتی آ رہی تھی۔ گزرتے لوگوں کے سلام کا مسکرا کر سر کے خم سے جواب دیتی۔ وہ ہمیشہ کی طرح دمک رہی تھی۔ راہ داری کے سرے پہ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پھر کھول کر اندر آئی تو راستے بھر کی مصنوعی مسکراہٹ غائب ہوئی اور اس کی جگہ تشویش نے لے لی۔

لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کرتے ہاشم نے ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر واپس ٹائپ کرنے لگا۔ اس کا کوٹ اسٹینڈ پہ لٹکا تھا اور وہ مصروف لگ رہا تھا۔

"خیریت؟"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ لڑکا دو دن سے تمہارا سارا ڈیٹا لے کر بیٹھا ہے اور تم اتنے سکون سے کام کر رہے ہو۔" میز پہ ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے وہ تشویش سے بولی۔ "پہلی بات' میرے ڈاکومنٹس سیکورٹی

کی تہوں میں تھے' جنہیں وہ نہیں توڑ سکتا۔ میں ابھی چار بندوں کے ساتھ اس کے گھر پہ دھاوا بول سکتا ہوں۔ اس کے سارے کمپیوٹرز اور فائلز نکال سکتا ہوں' مگر میں اس کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتا کہ اس کے پاس میری کوئی کمزوری ہے۔" کرسی گھما کر ماں کو دیکھتے ہوئے ہاشم تحمل سے کہہ رہا تھا۔ "اور مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ اتنی جلدی میرا اتنا سارا ڈیٹا کاپی بھی کر سکتا ہے۔ خیر' جو بھی ہو' وہ میرے پاس سب سے پہلے آئے گا اور بالفرض اس کے پاس کچھ ہے بھی تو اس کو خاموش کروانے کے ایک سو ایک طریقے آتے ہیں مجھے۔ اب اپنی پریشانی کی دوسری وجہ بتائیں۔"

جواہرات نے گہری سانس لی' انگلی سے بال پیچھے کیے اور کرسی پہ بیٹھی۔

"تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

"وہ آج پھر نہیں آیا؟ خیر' گھر پہ سو رہا ہو گا۔"

"وہ گھر پہ نہیں ہے۔ دوستوں کے ساتھ بھی نہیں ہے۔ مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے۔"

ہاشم نے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔

"ہاں... شیرو کدھر ہے؟ اسے ڈھونڈ کر خبر دو مجھے۔" اور فون میز پہ ڈال کر ماں کو دیکھا۔ "مل جائے گا۔ آخر کہاں جانا ہے اس نے؟"

"وہ ڈسٹرب ہے' شہری کی وجہ سے۔ اسے سمجھاؤ' ہاشم۔"

"میں سنبھال لوں گا' کیوں فکر کرتی ہیں؟"

"سعدی کو بھی تمہیں سنبھالنا ہو گا' کیونکہ جب تک سعدی کو سزا نہیں ملے گی' شیرو کا غصہ ہلکا نہیں ہو گا۔ مجھے ڈر ہے وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے۔"

"ممی! کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم شیرو کو اس کا غصہ نکالنے کے بجائے' غصہ کم کرنا سکھائیں؟"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ تم سعدی کا کچھ کرو۔ وہ ویسے بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ جتنا سعدی اس کا راستہ کاٹے گا' اتنا ہی شیرو ہائپر ہو گا۔"

ہاشم کچھ کہنے لگا تھا... مگر موبائل بجا۔ اس نے کال اٹھائی۔ "ہوں... ٹھیک ہے۔" پھر ماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"وہ شوٹنگ کلب گیا ہے اور وہ ٹھیک ہے۔ میں مل لوں گا اس سے' بے فکر رہیں۔" نرمی سے مسکرا کر وہ آگے جھکا اور جواہرات کا ہاتھ دبایا۔ وہ بدقت مسکرائی۔ ہاشم پھر سے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

دوست ہیں دل میں' ذہن میں دشمن
کوئی بھی مجھ سے دور نہیں ہے

سعدی نے گلاس ڈور کھولا۔ اندر آفس میں سارہ کرسی پہ براجمان' گردن ترچھی کیے' ایک فائل پہ کچھ لکھ رہی تھی۔ بس نگاہیں اٹھا کر اسے آتے دیکھا اور واپس لکھنے لگی۔ بال جوڑے میں بندھے تھے اور رخسار سرخ گلابی ہو رہے تھے۔

"ڈاکٹر سارہ! میں نے یہ کام مکمل کر لیا ہے۔ فیلڈ رپورٹ تیار ہے۔"

اس نے سلام کے بعد کہتے ہوئے کاغذوں کا بنڈل میز پہ رکھا۔

"آپ کی تعریف؟" سارہ نے لکھتے ہوئے پوچھا۔

سعدی نے "اچھا؟" والے انداز میں ابرو اٹھائی۔

"آپ اکثر کرتی رہتی ہیں۔" کہہ کر وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

سارہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر انگلی سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ پہلے سیدھا ہوا' پھر کھڑا ہو گیا۔ سارہ نے قلم کی پشت لبوں سے لگائے اسے دیکھ کر یاد کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کی شکل دیکھی بھالی ہے اوہ... جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' آپ اس پروجیکٹ کے سینئر انجینئر ہیں۔"

"جی میم! اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' میں نے ایک چھٹی کی درخواست دی تھی جو اپروو بھی ہوئی تھی۔"

"اور آپ نے چھٹی ختم ہونے سے پہلے آنے کی زحمت کیوں کی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پہلے میں بیٹھ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔ وہ اسی طرح خفگی سے اسے دیکھتی رہی۔ سعدی پھر سے بیٹھا اور بنڈل اس کی طرف دھکیلا۔

"آپ کا کام وقت سے پہلے کردیا ہے۔ فیلڈ پہ جانے کی ساری تیاری بھی مکمل کرلی ہے۔ اب آپ وہ شکایت بتائیں جو آپ کو مجھ سے ہے۔"

سارہ نے فائل بند کی' ٹیک لگائی اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں پتا ہے سعدی! تمہارے اس فیلڈ پہ ہزاروں لوگ کام کررہے ہیں اور ان سب کے اوپر' اس عہدے پہ پہنچنے والی میں واحد عورت ہوں اور اس کی وجہ معلوم ہے کیا ہے؟"

"میرے جیسے ذہین اور قابل سینئر انجینئر کا ساتھ ہونا؟" سعدی کی زبان پھسلی۔

"اپنے کام سے کمیٹڈ ہوکر رہنا اور بلاوجہ کے ناغوں سے پرہیز کرنا۔"

"آپ کو پتا ہے' میں بلاوجہ چھٹیاں نہیں کرتا' اب بھی کئی کام تھے تو۔" وہ خاموش ہوگیا اور سنجیدہ بھی۔

"اتنے اہم کام کہ تم نے مجھے فارس کے رہا ہونے کا نہیں بتایا؟"

"آپ نے پوچھا ہی نہیں۔" اس نے سادگی سے شانے اچکائے۔

"پوچھا تھا میں نے۔ تم نے تو بات ٹال دی تھی۔"

"اچھا نا... اب تو پتا چل گیا آپ کو۔" وہ خوش گوار انداز میں گفتگو کی نوعیت بدلنے لگا۔ سارہ اب فکرمندی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"تم بہت پراسرار ہوتے جارہے ہو۔ اب تو کچھ بتاتے ہی نہیں ہو۔"

"ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ میں نے کہا تھا نا اس بندے کے لیپ ٹاپ تک پہنچ جاؤں۔ پھر..."

"کون ہے وہ؟ کیا اسی نے وارث کو..." سارے شکوے بھول کر سارہ نے آگے ہوتے احتیاط سے پوچھا۔ سعدی نے اثبات میں سرہلایا۔

"بس تھوڑا سا انتظار کرلیں اور یہ سب مجھے سنبھالنے دیں۔" مسکرا کر بشاشت سے کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سارہ کی آنکھوں میں شکایت پھر سے عود کر آئی۔

"لڑکے... تم اگلے ہفتے مجھے فیلڈ پہ اپنے ساتھ چاہیے ہو' تیاری کرلو۔"

"راجر... باس..." مسکرا کر ماتھے تک ہاتھ لے جاکر سلام کیا اور جانے کو مڑ گیا۔

سارہ نے بمشکل مسکراہٹ دبائے سر جھٹکا۔ "یہ سعدی بھی نا۔"

☆ ☆ ☆

یہ ہیں اہل دنیا کے دلچسپ دھوکے
کسی کو کسی سے محبت نہیں ہے

نوشیرواں شوٹنگ پوائنٹ پہ کھڑا تھا۔ اس کی لین میں سامنے ایک پتلا پھڑپھڑا رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پستول پکڑے بازو سیدھے کیے۔ ایک آنکھ بند کیے' نشانہ باندھا' کانوں پہ پہل ہی ہیڈ فون ٹائپ ایئر پروٹیکشن پہنے ہوئے تھا اور آنکھوں پہ زرد گلاسز' ٹاک تڑاس نے فائر کیا۔ ایک' دو' تین' چار... سب دل کے آس پاس لگے۔ دل ٹوٹنے اور پھٹنے سے بچا رہا۔

"ہاتھ سیدھا رکھو' کندھے مت جھٹکو' اس پوائنٹ کو دیکھو۔" اپنے قریب ہاشم کی مدھم آواز سن کر وہ چونک کر مڑا۔ گلاسز لگائے' کیپ پہنے' ہاشم اس کو دیکھے بنا آگے ہوکر اس کے ہاتھ کو سیدھا کررہا تھا۔ نوشیرواں نے ہولے سے سر جھٹکا' بے زاری ظاہر کرنے کی کوشش کی' مگر چونکہ وہ ہاشم کی آمد سے بے زار نہیں ہوا تھا۔ سو ناکام رہا۔ اس کا بازو سیدھا کرکے ہاشم پیچھے ہٹا۔

"ہوں... اب نشانہ لو... پوری یکسوئی سے۔" اس کے کندھے کے پیچھے کھڑے ہوئے وہ پتلے کو دیکھ کر بولا۔ نوشیرواں نے پتلے کو دیکھا۔ پلکیں سکیڑیں' گہری سانس اندر کھینچی اور فائر کیا۔

دل اب بھی نہیں پھٹا۔

وہ اکتا کر سر جھٹکتا ایک طرف ہوگیا۔ مشین نے

پتلا پیچھے کرکے فریش پتلا سامنے کیا۔ ہاشم اس کی جگہ پہ آکھڑا ہوا۔ پستول کا اوپری حصہ پیچھے کرکے لوڈ کیا۔

"شہرین نہ اتنی خوب صورت ہے' نہ اتنی متاثر کن کہ تم ابھی تک اس صدمے سے باہر نہیں نکلے۔" دونوں ہاتھوں میں پکڑا پستول ٹاک کر نشانے پہ رکھتے وہ بولا۔

"وہ آپ کی بیوی رہی ہے۔" شیرو سر جھکا کر جوتے سے فرش مسلنے لگا۔ وہ اس موضوع سے بچنا چاہ رہا تھا۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا' تم بتاؤ' تمہاری وہ پسند تھی' محبت تھی یا عشق تھی؟" سامنے دیکھتے ہوئے ہاشم نے فائر کیا۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ شوٹنگ رینج کے اس اندرونی کمرے میں گونجی۔ یکے بعد دیگرے دو گولیاں پتلے کے دونوں ہاتھوں پہ لگیں۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" شیرو نے بے زاری سے شانے اچکائے۔

"فرق پڑتا ہے' اگر یہ پسندیدگی تھی تو شام تک تمہیں ٹھیک ہوجانا چاہیے۔" کہتے ہوئے اس نے پھر فائر کیا۔ دونوں آنکھوں کے بیچ گولی نے سوراخ کردیا۔

"اگر محبت تھی تو کچھ دن لگیں گے۔" زوردار گونج کے ساتھ اگلی گولی پیشانی پہ ماری۔

"اور اگر عشق تھا تو پھر یہ لاعلاج ہے۔" آخری گولی دل پہ ماری' دل پھٹ گیا۔ ہاشم نے گلاسز اتارے' آنکھیں سکیڑ کر تنقیدی نگاہوں سے پتلے کا جائزہ لیا جسے اب پیچھے لے جایا جارہا تھا' پھر علامتی طور پہ پستول کی نالی پہ پھونک ماری' اسے پینٹ کی پچھلی جیب میں اڑسا اور پرسکون سا نوشیرواں کی طرف مڑا۔

"پسند سے زیادہ' محبت سے کم۔" وہ جوتے سے مسلسل فرش مسل رہا تھا۔

"یا شاید شہرین کے تمہیں استعمال کرنے سے زیادہ ممدمہ تمہیں سعدی کے کہنے پہ استعمال کیے جانے پہ ہوا ہے۔"

نوشیرواں کے جھکے چہرے پہ مارے اہانت کے سرخیاں دوڑنے لگیں' مٹھیاں بھینچ لیں۔ ہاشم نے بہت غور سے اسے دیکھا۔

"سعدی کو دنیا میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے' معلوم ہے؟"

نوشیرواں نے سلگتی نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "ڈی اے زمر سے؟"

ہاشم نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"اور اس کی نظر میں ہم اسے گرا چکے ہیں۔ ان کے خراب تعلقات نیکلس برآمدگی کے بعد مزید خراب ہوجائیں گے۔ جلد سعدی میرے پاس آئے گا اور میں اپنے طریقے سے اس کو سنبھال لوں گا۔ اگر وہ میرے لیے کام کرنے لگ جائے تو سوچو ہمارا غلام بن کر ہمیں کتنا فائدہ دے گا۔"

"وہ کبھی ہمارا غلام نہیں بنے گا' ناممکن۔" اور اتنا تو نوشیرواں اسے جانتا ہی تھا۔

"میں اسے ان دیکھی زنجیروں میں جکڑ لوں گا شیرو' ایک دن وہ میرے لیے کام کرے گا۔ اس کا ٹیلنٹ ہمارے حق میں استعمال ہونا چاہیے۔"

"مطلب آپ کو ابھی بھی سعدی کی فکر ہے؟"

نوشیرواں کے اندر غصے کی نئی لہر دوڑی "وہ ساری زندگی مجھ سے مقابلہ کرتا آیا ہے' ہر جگہ مجھے پیچھے کرکے خود لوگوں کی تحسین بٹورتا آیا ہے۔ اس کے سامنے کبھی میں کچھ نہیں ہوتا' ہر کوئی اس کا معترف ہوتا ہے' آخر کیوں؟"

"کیونکہ وہ ایک خوددار اور ذہین نوجوان ہے۔ اس میں وقار ہے اور وہ رشتوں کا پاس کرنا جانتا ہے۔ وہ لوگوں کے لیے اچھا سوچتا ہے اور مشکل میں ان کی مدد کرتا ہے۔ انسان کو عزت کرانی پڑتی ہے اور یو نو واٹ' میں یہاں کھڑا ہوکر سعدی کی صلاحیتوں پہ دو گھنٹے مزید بھی بول سکتا ہوں' مگر نہ مجھے اس سے ہمدردی ہے اور نہ کوئی لگاؤ۔ مجھے تمہاری فکر ہے' کیونکہ میرے بھائی تم ہو' اس لیے اس شہرین ٹراما سے نکلو' آج پورا دن اس کا سوگ منالو اور کل صبح تم مجھے مضبوط اعصاب کے ساتھ واپس آفس میں نظر آؤ اور اس بارے میں' میں مزید ایک لفظ نہیں سنوں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سختی و درشتی سے اس نے کہا تو شیرو کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا۔ اس نے جی کہہ کر سر جھکایا۔ ہاشم اس کے برابر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ نوشیرواں نے گلاسز اب ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے۔ دنیا اب ذرا واضح نظر آرہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اب تو سیل درد تھم جائے، سکوں دل کو ملے
زخم دل میں آچکی ہے، اب تو گہرائی بہت

لاؤنج کی چوڑی کھڑکی کے باہر دھوپ پھیل رہی تھی۔ کچن میں تلتے کبابوں کی خوشبو یہاں تک آرہی تھی۔ وہیل چیئر پہ بیٹھے بڑے ابا بہت محبت و اپنائیت سے صوفے پہ سر جھکائے بیٹھے فارس کو دیکھ رہے تھے۔ قریب ہی سعدی کھڑا فائل کے صفحے پلٹ رہا تھا۔

"اونہوں۔۔۔" نفی میں سر ہلاتے سعدی نے ان کا دوائیوں کا باکس کھول کر دیکھا۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے میں کتنی گولیاں چھوڑ کر گیا تھا۔ آپ نے دو ہفتے میں صرف گیارہ روز کی دوا کھائی ہے۔"

فارس نے خاموشی سے بس نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، البتہ انہوں نے مسکراتے ہوئے تفتیش کرتے لڑکے پہ نظر ڈالی۔

"وہ ختم ہوگئی تھیں، یہ نئی منگوائی ہیں۔ صداقت سے پوچھ لو۔"

"بیٹے اور غلام کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔"

"میرا بیٹا آتا جاتا ہے، اس سے اچھی دوا کیا ہوگی میرے لیے؟" نرمی سے انہوں نے سعدی کا بازو چھو کر فارس سے تائید چاہی۔ فارس جو آگے کو ہو کر الرٹ سا بیٹھا تھا۔ زبردستی مسکرایا، پھر وہی سنجیدگی طاری کرلی۔ وہ بے آرام سا بیٹھا تھا۔

"میں اس بات کو ابھی ٹال رہا ہوں، ختم نہیں کر رہا۔" سعدی تنبیہہ کرتے ہوئے کھڑکی تک آیا اور باہر دیکھنے لگا جہاں پورچ میں اس کی کار کھڑی تھی۔ دوسری کوئی کار نہ تھی۔ زمر میڈیکل چیک اپ کے لیے گئی تھی اور اس کو آتے آتے بھی دو، تین گھنٹے لگ جانے تھے، سو وہ بے فکر تھا۔

"آگے کیا کرو گے فارس؟" وہ اب نرمی سے اسے دیکھتے پوچھ رہے تھے۔

"پرانی نوکری واپس لینے کی کوشش کروں گا۔"

"اگر کوئی مدد۔۔۔" فارس نے ہلکا سا ہاتھ اٹھایا۔

"میرے پاس کچھ سیونگز ہیں، بہت ہے میرے لیے، آپ نے پہلے ہی بہت احسان کیے ہیں مجھ پہ، مزید نہ لوں گا نہ لیتے اچھا لگوں گا۔" بنا کسی تاثر کے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میں جانتا تھا۔ تم رہا ہو جاؤ گے، جج کو تمہاری بے گناہی کا یقین آجائے گا۔"

فارس نے ترچھی نظروں سے باہر دیکھتے سعدی کو دیکھا۔ "جی سعدی بھی جانتا تھا۔"

جیبوں میں ہاتھ ڈالے، چیونگم چباتے سعدی نے مڑے بنا کہا۔ "میں نے سنا نہیں۔ کیا کسی نے میرا نام لیا؟"

اور "کسی" نے چہرہ واپس موڑ لیا۔

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ اچھا لگ رہا ہے، تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر۔"

"اوہ!" سعدی نے بے اختیار چیونگم اگلی اور ڈسٹ بن میں پھینکی، پھر گھبراہٹ سے باہر دیکھا۔ نیلی کار اس کی کار کے پیچھے رکی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل رہی تھی۔ گھنگھریالے بال ہاف بندھے تھے اور اپنا پرس اٹھاتے ہوئے وہ ایک جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔

"آپ نے تو کہا تھا، وہ دو بجے سے پہلے نہیں آئیں گی؟" سعدی ہلکا سا بول پایا۔

فارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ مگر اسے یہاں سے وہ نہیں نظر آرہا تھا جو سعدی دیکھ رہا تھا۔

زمر اس کی گاڑی کے پاس رکی، پھر اچٹتے سے لاؤنج کی کھڑکی کو دیکھا۔ سعدی ادھر کھڑا نظر آیا کہ وہ شیشے کے بہت قریب کھڑا تھا۔ زمر ہلکا سا مسکرائی اور آگے بڑھ آئی۔ سعدی مسکرا بھی نہ سکا۔

وہ راہ داری میں داخل ہوئی تھی کہ ٹرالی لاتا صداقت اسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"باجی! آپ اتنی جلدی؟"

"ہاں۔۔۔ اپائنٹمنٹ کینسل ہوگئی۔ ڈاکٹر کو کہیں جانا تھا۔ سعدی آیا ہے؟" وہ سیدھی ڈرائنگ روم کی طرف آرہی تھی اور اس کی آواز پہلے ہی ادھر پہنچ گئی تھی۔ بڑے ابا نے بے اختیار سعدی کو دیکھا۔

فارس ایک دم کھڑا ہوگیا۔ اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔

"آج تو ہمارا سعدی اتنے عرصے بعد۔۔۔" چوکھٹ پہ زمر کے الفاظ ٹوٹ گئے۔

فارس سامنے کھڑا تھا۔ ابا وہیل چیئر پہ سعدی کھڑکی کے ساتھ، فارس کو دیکھ کر اس کی بھوری آنکھوں میں پہلے بے یقینی ابھری، پھر صدمہ اور آخر میں شدید غصہ۔ اس کے لب بھنچ گئے۔ اتنی سختی سے کہ گردن کی نسیں ابھرنے لگیں۔ تیز نگاہوں سے سعدی کو دیکھ کر جیسے جواب مانگا۔

فارس تیزی سے اس کے پاس سے گزر کر باہر کی طرف بڑھا۔

"یہ آدمی میرے گھر میں کیا کر رہا ہے؟" وہ ابھی نکلا بھی نہ تھا، جب وہ جواب طلب نظروں سے بڑے ابا کو دیکھ کر اونچی آواز میں بولی تھی۔

فارس لمحے بھر کو رکا، پھر تیزی سے نکلتا گیا۔

"اسے میں نے بلایا تھا، زمر!" بڑے ابا نے ملال سے اسے جاتے دیکھا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے؟"

وہ بے یقینی، حیرت و صدمے سے اتنا بلند بول رہی تھی کہ صداقت راہ داری میں ہی تھم گیا۔

"وہ بے گناہ ہے۔"

"اور میں بے گناہ نہیں تھی؟ آپ کو اس سارے معاملے میں، میں معصوم نہیں لگتی؟"

"زمر۔۔۔" سعدی نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم تو بالکل خاموش رہو!" انگلی اٹھا کر اسے چپ کرایا۔ سعدی نے سر جھکا لیا۔

مرکزی دروازہ کھول کر بند ہونے کی آواز آئی۔

"اگر آئندہ یہ آدمی میرے گھر میں داخل بھی ہوا تو میں یہاں نہیں رہوں گی ابا۔"

فارس پورچ عبور کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ اہانت اور ضبط سے اس کے کان سرخ ہوگئے تھے۔ بڑے ابا کا دل بری طرح دکھا۔

"وہ میرے اصرار پہ آیا تھا، اس کا کیا قصور۔"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ سب۔۔۔" زمر نے پرس سے رپورٹس کے لفافے نکال کر زور سے میز پہ اچھالے، وہ سب بکھر کر نیچے لڑھک گئے۔ "یہ سب اس کا قصور ہے۔ آپ کے دو بچے ایک، ایک گردہ کھو چکے ہیں تو اس آدمی کی وجہ سے اور آپ اسے اپنے لاؤنج میں بٹھا رہے تھے؟ ابا! اس نے مجھے گولی ماری تھی، یہ وہی آدمی ہے۔"

"تم نے اسے یہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۔۔ تم۔۔۔"

"مجھے پتا ہے یہ وہی تھا، مجھے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ گلابی سرخ آنکھوں کے ساتھ پھٹے دل سے بولتی پلٹ گئی۔

صداقت سر جھکائے ٹرالی اندر لے آیا۔ سعدی نے گہری سانس بھری، آگے آیا، کباب اٹھایا، صوفے پہ براجمان ہوا اور اسے چکھا۔

"مزے کا ہے، آپ بھی لیں نا۔"

وہ ابھی تک دل مسوس کر بیٹھے تھے۔ گردن دائیں طرف گرائے۔ زرد رنگت کے ساتھ۔

"وہ کیا سوچتا ہوگا اور تم بھی اسے لے کر نہیں گئے، بے چارہ ٹیکسی پہ گیا ہوگا۔"

"اوہ چھوڑیں بڑے ابا! وہ بہت رف اینڈ ٹف ہیں، چار سال جیل میں چکی پیس کر آئے ہیں۔ ٹیکسی پہ جا کر گھل نہیں جائیں گے۔" وہ ذرا اٹھ کر دوسرا کباب اٹھا رہا تھا۔

"وہ میرا مہمان تھا۔ گھر آئے کے ساتھ کوئی ایسے کرتا ہے؟ اور وہ تو تھا بھی معصوم۔"

"آپ ایسا کریں۔" اس نے کباب توڑ کر منہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھتے ہوئے کہا۔ "پھپھو کی شادی کردیں۔"
بڑے ابا نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔
"میں کرسکتا ہوں؟"
سعدی نے چباتے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر سوچا۔
"ٹیکنکلی ہاں۔ hy po thetically شاید اور پریکٹیکلی تو بالکل بھی نہیں۔" امید سے شروع کی ہوئی بات کے آخر میں جھرجھری لے کر اس نے سر جھٹکا۔
بڑے ابا وہیل چیئر کے پہیے چلاتے اس کے قریب آنے لگے۔
"پڑھی لکھی بیٹیاں جب تیس عبور کر جائیں اور ان کے پاس نہ ختم ہونے والے دلائل ہوں تو ان کو کوئی شادی کے لیے مجبور نہیں کرسکتا اور۔۔۔" غم زدہ مسکراہٹ سے سعدی کا چہرہ دیکھا۔ "اور وہ تو اسے گھر میں برداشت نہیں کرسکتی' زندگی میں کیسے کرے گی؟"
کباب میں کوئی ہڈی تھی شاید جو سعدی کے حلق میں پھنس گئی۔ وہ بے اختیار آگے جھک کر کھانسا' پھر چہرہ اٹھا کر اڑی رنگت کے ساتھ ان کو دیکھا۔
"میں نے۔۔۔ یہ تو نہیں۔۔۔ کہا۔"
"چھ فٹ کا پوتا پچیس سال کا ہو کر' باہر سے ڈگری لا کر سمجھتا ہے کہ وہ دادا کی دوائیوں کی پرچی پڑھ سکتا ہے اور دادا اس کا ذہن نہیں پڑھ سکتا۔"
سعدی نے بوکھلا کر دروازے کو دیکھا۔
"آہستہ بولیے' میں عاق کردیا جاؤں گا۔"
بڑے ابا اداسی سے مسکرائے۔ "یہ میری بھی خواہش ہے ہمیشہ سے تھی' مگر وہ کبھی نہیں مانے گی۔"
سعدی بالکل چپ ہوگیا۔ تب ہی راہ داری سے قدموں کی آواز آئی۔ سعدی نے جلدی سے کبابوں کی پلیٹ واپس رکھی اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔
"جاب پہ نہیں جارہے آج کل؟" زمر اندر آئی' سامنے ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھی۔ لباس بدل کر' فریش اور سنبھلی ہوئی تھی۔
"منڈے تک آف لیا ہے' کچھ کام نپٹانے تھے۔" وہ بظاہر سرسری لہجے میں کہتے ہوئے گاہے بگاہے محتاط نظر اس پہ ڈالتا۔
"اگر تمہیں میرا وہ رویہ برا لگا ہے تو میں معذرت کرتی ہوں' مگر مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں' کیونکہ اگر تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو تو تمہیں میں حق بجانب نظر آؤں گی۔" نہایت ٹھنڈے لہجے میں وہ شروع ہوئی۔ "میری زندگی کے کچھ اصول ہیں' میں جن کو پسند نہیں کرتی' ان سے بھی مل لیتی ہوں' مگر جن سے نفرت کرتی ہوں بالخصوص کسی ایسے شخص سے جس نے مجھے اتنا نقصان دیا ہو تو اس کو میں اپنے اردگرد برداشت نہیں کرسکتی۔ اس بارے میں مجھے اپنے جذبات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔" آخر میں ہلکے سے شانے اچکائے۔
سعدی نے سر ہلایا۔ وہ جذبات نہیں' مگر ڈھیروں کرب چھپا کر آئی تھی۔
"آئندہ کچھ بھی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کو تکلیف دے زمر اور جو دے چکے ہیں' وہ ضرور بھگتیں گے۔"
"مجھے ان کے بھگتنے سے غرض نہیں ہے۔"
"مگر آپ تو انصاف' قصاص پہ یقین رکھتی تھیں۔"
"معاف میں نے ابھی بھی نہیں کیا سعدی! مگر میں زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ میں خود کو مزید تکلیف سے بچانا چاہتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔
"اور اگر یہ سب آپ کے بجائے آپ کے کسی قریبی شخص کے ساتھ ہوا ہوتا؟"
"تب میں ایک' ایک کو پراسیکیوٹ کرتی۔" اس نے ایمان داری سے جواب دیا۔ پھر بڑے ابا کو دیکھا۔ وہ افسردہ سے اسے دیکھ رہے تھے۔
"آپ کو اس سے ملنا ہے تو ضرور ملیں' مگر میری موجودگی میں یہ مت کیا کیجیے۔"
"ہم نے تو یہی سمجھا تھا نا۔" سعدی نے بمشکل خود کو کہنے سے روکا۔
"سعدی چاہتا ہے' ہم کل رات اس کی طرف کھانا کھائیں۔" بڑے ابا نے بات بدل دی۔ نہ تائید کی' نہ

انکار کیا۔
زمر نے سعدی کو دیکھا جو متذبذب سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ذرا سا مسکرائی۔
"شیور' ہم ضرور آئیں گے۔"
سعدی کی رنگت واپس آئی' وہ مسکراتا ہوا اٹھا۔
"ہم سب انتظار کریں گے۔"
زمر کی مسکراہٹ اس کی آنکھوں میں بھی تھی۔ وہ اب بہتر محسوس کررہی تھی۔

☆ ☆ ☆

تم جسے نور صبح کہتے ہو
میں اسے گرد شام بھی نہ کہوں

رات کی سیاہ افشاں پورے شہر پہ جگمگا رہی تھی۔ کاردارز کے عظیم الشان قصر کے سامنے لان نشیب میں جاتا تو آگے انیکسی تھی۔ فارس دروازے پہ کھڑا چابیوں کے گچھے سے ایک لگا رہا تھا۔ جینز پہ بٹنوں والی شرٹ پہنے' کف کلائی پہ موڑے' اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔
دروازہ کھلا۔ اس نے اندر قدم رکھا۔ بنا دیکھے دیوار پہ ہاتھ مارا اور سیدھا دوسرا بٹن دبایا۔ داخلی حصے کی بتی جل اٹھی۔
وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اندر آیا۔ گردن گھما کر چھت' کھڑکیوں' دیواروں کو دیکھتا' وہ راہ داری سے گزر رہا تھا۔
گھر باہر سے پینٹ شدہ تھا' کہ کاردارز اپنا گھر پینٹ کرواتے تو اس کا بھی بیرونی حصہ کروادیتے کہ ان کے لان سے وہ دکھائی دیتا تھا۔ البتہ اندر سے گھر معمولی تھا۔ نارمل فرنیچر' چپس کا فرش' دیوار اور چھت کے ملنے کی جگہ پہ اکھڑا پینٹ۔
وہ آگے بڑھتا گیا۔
لاؤنج چھوٹا سا تھا۔ اس کے ایک طرف کھانے کی گول میز رکھی تھی۔ ڈرائنگ روم الگ تھا۔ سیڑھیاں اوپر جاتیں۔ ایک طرف دروازہ تھا جہاں سے سیڑھیاں بیسمنٹ میں جاتیں۔ بیسمنٹ تہ خانے کی طرح

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- =/250 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی۔ پورے گھر کے رقبے پہ پھیلا کمرا جس میں ستون تھے مگر دیواریں ندارد۔۔۔ اس تہہ خانے میں کاٹھ کباڑ تھا۔ فارس ادھر نہیں گیا۔ وہ اوپری منزل پہ آیا۔ وہاں دو بیڈ روم تھے۔ وہ بڑے والے میں آیا۔ آگے ٹیرس بھی تھا اور اندر دیوار پہ ایک تصویر تھی۔

تصویر میں وہ ہلکا سا مسکرا رہا تھا۔ بالکل ہلکا سا۔ ایش گرے ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا۔ بال اب جیسے تھے۔ ساتھ ایک ساڑھی میں ملبوس لڑکی کھڑی تھی۔ اسٹیپ میں کٹے بال، بڑے جھمکے، جاذب نظر، وہ بھی مسکرا رہی تھی۔

فارس پلٹ گیا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ باتھ روم میں آکر اس نے نل کھولا اور آستین موڑ کر وضو کرنے لگا۔

ٹیرس سے باہر، روشنی میں نہایا قصر دکھائی دے رہا تھا۔ اندر ملازموں کی چہل پہل جاری تھی۔ جواہرات سربراہی کرسی پہ براجمان نزاکت سے چھری کانٹے سے اسٹیک کا ٹکڑا توڑ رہی تھی۔ دائیں ہاتھ بیٹھا ہاشم پلیٹ پہ جھکا کھانے میں مگن تھا۔ اس کے موبائل کی میسج ٹون بھی وقفے وقفے سے بج رہی تھی۔

جواہرات کے دوسرے ہاتھ بیٹھا نوشیرواں بے دلی سے کانٹا پلیٹ میں الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔

"تم آج پھر آفس نہیں آئے۔" جواہرات نے کانٹا چلاتے، بس نگاہیں اٹھا کر شیرو کو دیکھا۔ اس نے بے زاری سے چہرہ اٹھایا۔

"آپ لوگ مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے؟"

"ممی!" ہاشم نے نگاہوں میں جواہرات کو تنبیہہ کی، اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"میرا خیال تھا تم اب تک اپنے بھائی کو سمجھا چکے ہوگے، مگر یہ ہنوز اس عورت کے غم میں ہے جو اس کو گدھا سمجھ کر استعمال کر کے چلی گئی۔"

"آپ چاہتی ہیں میں ٹیبل سے اٹھ جاؤں؟" اس کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

"شیرو! بدتمیزی مت کرو۔ وہ ہماری ماں ہیں۔" اور جس طرح ہاشم نے صرف نگاہ اٹھا کر سختی سے کہا تھا، نوشیرواں نے گردن جھکالی۔ جواہرات نے گہری سانس لے کر گلاس لبوں سے لگایا۔

"میں اس دن کا انتظار کر رہی ہوں جب تمہیں احساس ہوگا کہ تمہاری ماں اور تمہارا بھائی تمہیں پروٹیکٹ کرنے کے لیے کیا کیا کرتے ہیں۔ اور یہ پورا ہفتہ ہم نے تمہارا خوامخواہ کا غصہ برداشت کیا ہے۔ تم ہمیں ہی مورد الزام ٹھہرا رہے ہو؟ اگر سعدی نے (اور اس نام پہ نوشیرواں کی کنپٹیاں پھٹنے کو تھیں) کچھ برا کیا بھی ہے تو تمہارے بھائی کے ساتھ اور جب وہ کہہ رہا ہے کہ وہ اسے سنبھال لے گا تو تم کیوں اپنا خون جلا رہے ہو؟"

نوشیرواں نے کانٹا رکھ دیا۔ بس کھا چکا تھا وہ۔

"فارس چلا گیا؟" ہاشم نے دانستہ ماں کو دیکھتے ہوئے موضوع بدلا۔ وہ ابھی ۔۔۔ ٹھنڈے انداز میں شیرو کی مزید کلاس لے سکتی تھی مگر ہاشم کے مسلسل نگاہوں سے تنبیہہ کرنے پہ گہری سانس لے کر بولی۔

"مہمان سے چار دن بعد بدبو آنے لگتی ہے، سو آج اس کا گھر تیار کروا دیا تھا۔"

نوشیرواں اٹھنے کے لیے پر تول رہا تھا مگر بہرحال اس میں اتنی جرات نہ تھی کہ بڑے بھائی اور ماں کے سامنے سے یوں اٹھ جائے۔

ہاشم کا موبائل پھر بجا، اس نے ایک ہاتھ سے کانٹا لبوں تک لے جاتے، دوسرے سے فون کان سے لگایا۔ "جی۔۔۔ جی۔۔۔ آپ کا کام ہو گیا تھا، میں صبح تک کیس فائل آپ کو بھجوا دوں گا۔ جی بالکل۔" اس نے پلیٹ پرے کی اور دوسرا نمبر ملانے لگا۔ ہاشم کے ہر وقت کے بجتے فون کے وہ عادی تھے۔

"جی زمر، کیسی ہیں آپ؟"

ان دونوں نے چونک کر اسے فون پہ کہتے سنا۔

"میں نے آپ کو ایک کیس فائل کا کہا تھا، اوکے وہ کالی ہو گئی؟ اچھا۔ میں ڈرائیور کو بھیج دیتا ہوں، آپ کے گھر سے پک کر لے گا۔" اس نے رک کر سنا۔

"آپ کدھر ہیں؟ خیریت؟ سعدی کی طرف؟ اچھا۔" ہاشم بات دہرانے کا عادی نہ تھا مگر چونکہ یہ اس کے لیے بھی غیر متوقع تھا، سو وہ دہرا گیا۔ نگاہ اٹھا کر شیرو کو دیکھا۔ وہ بھنویں بھینچے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"چلیں، جب آپ واپس آئیں۔ اچھا۔ صبح وہیں سے کورٹ جائیں گی؟ اوکے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ آ۔ سعدی قریب ہے تو میری بات کروا دیں۔" وہ کہتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ جواہرات بھی نیپکن سے لب تھپتھپاتی ادھر ہی متوجہ تھی۔

"کیا حال ہے سعدی؟" وہ بولا تو آنکھوں میں سرد مہری در آئی۔ نوشیرواں نے "ہونہہ" استہزائیہ سر جھٹکا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ ایسا ہے کہ صبح میری سیکریٹری تمہیں کال کر کے کل کی اپائنٹمنٹ دے گی، ضرور آنا، میں انتظار کروں گا۔" کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔

"یہ گرایا آپ نے اسے ڈی اے کی نظروں سے کہ وہ ایک دفعہ پھر فیملی بن گئے؟"

"وہ کل آئے گا، میں اس سے بات کروں گا اور میں سب سنبھال لوں گا، اب وقت آگیا ہے کہ تم سعدی یوسف Obssession (آسیب) سے نکل آؤ۔" ہر فقرہ توڑ توڑ کر تحمل سے ادا کیا۔

"نوشیرواں۔۔۔ ریلیکس۔۔۔" جواہرات نے اب کے نرمی سے شیرو کا ہاتھ دبایا۔ اس نے بظاہر خود کو نارمل کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا، بہرحال تاثرات چھپانے میں ماں اور بھائی جیسا ماہر نہ تھا۔

"یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ بڑی بات تب ہوتی اگر سعدی کے ہاتھ کچھ ایسا لگتا جو ہمیں نقصان دے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں ٹھیک ہوں۔" وہ اپنا موبائل نکالتے ہوئے اٹھ گیا۔ جواہرات نے قدرے تشویش سے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

"سرمد وغیرہ نے باہر کھانے کا پروگرام بنایا تھا، پہلے انکار کر دیا، اب چلا ہی جاتا ہوں، موڈ اچھا ہو جائے گا۔ ورنہ جب تک یہ سعدی یوسف زندہ ہے، میری زندگی مسائل کا شکار ہی رہے گی۔" سر جھٹک کر کہتا وہ نکلنے لگا، پھر جیسے اپنی ہی بات نے سوچ کا ایک نیا در دکھایا۔

"مر کیوں نہیں جاتا یہ سعدی آخر! اتنے تو بم بلاسٹ ہوتے ہیں روز۔" وہ تو کہہ کر نکل گیا مگر ہاشم بے اختیار سانس روکے اس کو دیکھنے لگا۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو!" اس نے عقب سے قدرے برہمی سے پکارا۔ شیرو نے مڑے بغیر "بائے" کا ہاتھ ہلایا اور آگے بڑھتا گیا۔

"مجھے یقین نہیں ہے، وہ دوستوں کے پاس جا رہا ہے۔"

"اگر آپ اسی طرح ہر وقت اس کو منفی رخ دکھاتی رہیں تو وہ واقعی کسی کے پاس جانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

"تمہارے خیال میں میں اس کی بھلائی نہیں چاہتی۔"

"کیا ہم سکون سے کھانا کھا سکتے ہیں؟" ہاشم واپس پلیٹ کی طرف متوجہ ہوا۔

"شیرو!" جواہرات نے نزاکت سے شانے اچکائے، انگلی سے سامنے گرے بال پیچھے کیے اور گھونٹ گھونٹ جوس پینے لگی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY